ربیع الاول/ربیع الثانی 1445ھ
اکتوبر 2023ء
شمارہ:10
جلد:02
ماہنامہ
خواتین
ویب ایڈیشن

بخار سے شِفا

جس کو بخار ہو سات بار یہ دُعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ عِرْقٍ نَّعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ

اگر مریض خود نہ پڑھ سکے تو کوئی دوسرا نمازی آدمی سات بار پڑھ کر دَم کر دے یا پانی پر دَم کر کے پلا دے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الکریم بخار اتر جائے گا۔ ایک مرتبہ میں بخار نہ اترے تو بار بار یہ عمل کریں۔ (مستدرک للحاکم، 5/592، حدیث:8324- جنتی زیور، ص 580)

پہاڑ جتنا قرض

ایک مقروض سے مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں چند کلمات نہ سکھاؤں جو رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مجھے سکھائے ہیں، اگر تم پر جَبَلِ صِیر (صِیر ایک پہاڑ کا نام ہے) جتنا دَین (یعنی قرض) ہوگا تو اللہ پاک تمہاری طرف سے ادا کر دے گا، تم یوں کہا کرو: اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔ (ترمذی، 5/329، حدیث:3574)

نمازِ غوثیہ کا طریقہ

حنفیوں کے بہت بڑے امام حضرت علّامہ علی بن سلطان قاری رحمۃُ اللہِ علیہ نمازِ غوثیہ کی ترکیب نقل فرماتے ہیں: دو رکعت نَفْل یوں پڑھے کہ ہر رکعت میں سُوْرَۃُ الْفَاتِحَہ کے بعد گیارہ بار سُوْرَۃُ الْاِخْلَاص پڑھے، سلام پھیر کر گیارہ مرتبہ دُرود و سلام پڑھے، پھر بغداد کی طرف (پاک و ہند سے بغداد شریف کی سَمت مغرِب و شمال کے تقریباً بیچوں بیچ ہے) گیارہ قدم چل کر غوثِ پاک کا نام پکارے اور اپنی حاجت بیان کرے اِن شآءَ اللہ وہ حاجت پوری ہو گی۔ (نزہۃ الخاطر، ص 67)

CONTENTS

سلسلہ حمد و نعت

مناجات

اللہ عطا ہو مجھے دیدارِ مدینہ

اللہ عطا ہو مجھے دیدارِ مدینہ
ہو جاؤں میں پھر حاضرِ دربارِ مدینہ

آنکھیں مِری محروم ہیں مدّت سے الٰہی
عرصہ ہوا دیکھا نہیں گلزارِ مدینہ

پھر دیکھ لوں صَحرائے مدینہ کی بہاریں
پھر پیشِ نظر کاش! ہو کُہسارِ مدینہ

پھر گنبدِ خَضرا کے نظارے ہوں مُیَسَّر
اللہ دِکھا دے مجھے انوارِ مدینہ

رِحلت کی گھڑی ہے مِرے اللہ دِکھا دے
صِرف ایک جھلک جلوۂ سرکارِ مدینہ

اللہ مجھے بخش، نہ ہو حَشر میں پُرسِش
کر لطف و کرم از پئے سرکارِ مدینہ

یارب دلِ عطّارؔ پہ چھائی ہے اُداسی
کر شاد دِکھا کر اسے گلزارِ مدینہ

از: امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش (مُرَمَّم)، ص360

نعت

وہ سرکارِ عالی وقار آرہا ہے

وہ سرکارِ عالی وقار آرہا ہے
شَہنشاہِ ذی اِقتِدار آرہا ہے

جو باعث ہے تخلیقِ اَرض و سَما کا
وہ محبوبِ پروردگار آرہا ہے

ہے جس کی اِطاعَت خدا کی اِطاعت
وہ آقائے بااِختیار آرہا ہے

لباسِ بَشر میں وہ نُورِ مُجَسَّم
بَصَد شانِ عِزّ و وقار آرہا ہے

زمین و فلک جس کے زیرِ نگیں ہیں
خُدائی کا وہ تاج دار آرہا ہے

چمکنے لگے ہیں یتیموں کے چہرے
یتیمی کا اِک غم گُسار آرہا ہے

صَلاۃ و سلام اُس کی خدمت میں بُرہاںؔ
جو محبوبِ پروردگار آرہا ہے

از: خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا برہانُ الحق جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ

جذباتِ برہان، ص111

63 نیک اعمال

ہماری زندگی کا سفر بڑی تیزی سے جاری ہے۔ معلوم نہیں کہ کب قبر میں ہمارا قیام ہو جائے! حالانکہ زمین تو روزانہ پانچ بار پکار کر کہتی ہے: ☆اے انسان! آج تو میری پیٹھ پر چلتا ہے، لیکن تیرا ٹھکانا میرا پیٹ ہے۔ ☆اے انسان! آج تو میری پیٹھ پر مزے دار غذائیں کھاتا ہے! لیکن تجھے میرے اندر کیڑے کھائیں گے۔ ☆اے انسان! تو میری پیٹھ پر ہنس رہا ہے! عنقریب تجھے میرے اندر رونا پڑے گا۔ ☆اے انسان! آج تو میری پیٹھ پر خوشیاں منا رہا ہے! عنقریب تو میرے اندر غمگین ہو گا۔ ☆اے انسان! تو میری پیٹھ پر گناہ کرتا ہے! عنقریب میرے اندر عذاب میں مبتلا ہو گا۔[1]

بلاشبہ قبر کی ان ہولناکیوں میں ہمارے لیے عبرت کا سامان ہے لیکن افسوس! ہم گناہ چھوڑنے پر تیار نہیں۔ بلکہ شیطان نے ہمارے دل و دماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ حالانکہ زندگی و موت کا مقصد ہمیں یہ بتایا گیا ہے: اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًاؕ (پ29، الملک:2) ترجمہ کنز العرفان: وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے۔ یعنی کون زیادہ مُطِیع (فرمانبردار) و مخلص ہے۔[2] چنانچہ ہمیں قبر و آخرت کی فکر کرتے ہوئے گناہوں سے بچنا چاہئے اور اس کے لیے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے عطا کردہ 63 نیک اعمال کے رسالے پر عمل کو یقینی بنانا چاہئے کہ جس کا نیک عمل نمبر 9 ہے:

کیا آج آپ نے کانوں کو گناہوں (یعنی غیبت، گانے باجے، بُری اور گندی باتوں، موبائل کی میوزیکل ٹیون، کالر ٹیون وغیرہ وغیرہ سننے) سے بچایا؟

ہمیں اپنے نازک بدن پر ترس کھاتے ہوئے جسم کے تمام اعضا کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پچھلے ماہ آنکھوں کی حفاظت پر مشتمل نیک اعمال نمبر 8 اور 10 کا تذکرہ ہوا اور اب نیک عمل نمبر 9 میں کانوں کو گناہوں سے بچانے کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔ یعنی کانوں سے صرف جائز اور اچھی باتیں ہی سنی جائیں، مثلاً تلاوت، حمد و نعت، سنتوں بھرے بیانات، اذان و تلاوت سنیے اور ڈھول، گانے باجے، کسی کی غیبت و چغلی وغیرہ ہرگز نہ سنئے۔ یوں بنیادی طور پر اس نیک عمل میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ (1) کانوں کو غیبت سے اور (2) گانے و میوزک وغیرہ سننے سے بچانا۔

غیبت: غیبت سے مراد کسی کے متعلق اس کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہنا ہے کہ اگر وہ سن لے یا اس کو پہنچ جائے تو اسے بُرا معلوم ہو۔[3] غیبت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کبیرہ گناہ ہے۔ غیبت کو حلال جاننا کفر ہے۔ غیبت کرنے والی گناہ گار اور عذابِ جہنم کی حق دار ہوتی ہے۔ غیبت کرنے والی کی سزا سخت ہے تو اس کی شریکِ جرم کی سزا کیا کم ہو گی! فرمانِ الٰہی ہے: وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا (پ26، الحجرات:12) ترجمہ کنز العرفان: اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔

بلاشبہ غیبت ایک بہت بڑا گناہ ہے جسے ایک حدیثِ پاک میں زنا سے بھی زیادہ سخت قرار دیا گیا ہے۔[4] لہٰذا ہمیں غیبت کرنے اور سننے سے ہمیشہ بچنا چاہیے اور اس کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ غیبت کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننے کے لئے اَمیرِ اَہلِ سنّت کی کتاب **غیبت کی تباہ کاریاں** کو ہمیشہ مطالعہ میں رکھیں اور اس کتاب میں بیان کی گئی سینکڑوں غیبت کی مثالیں جان کر ان سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کریں۔ اگر کبھی کوئی ہم سے کوئی ایسی بات کرے تو سننے سے منع کر دیں۔

نیک عمل کے دوسرے حصے میں کانوں کو گانے باجے سننے سے بچانے کا ذکر ہے۔ معاشرے میں آج کل گانے باجے اس قدر عام ہو چکے ہیں کہ نہ صرف گلی گلی میوزک سینٹر کھل چکے ہیں بلکہ کارخانوں، فیکٹریوں، کمپنیوں، دکانوں، ہوٹلوں، گلیوں، چوراہوں، بازاروں، بسوں، ویگنوں، ٹرکوں، رکشوں، گھڑیوں، ریڈیو، موبائلز اور بچوں کے کھلونوں وغیرہ سے موسیقی کی دھنیں سنائی دیتی ہیں، حالانکہ گانے باجے کی تباہ کاریاں اس قدر زیادہ ہیں کہ قرآن و حدیث میں ان کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ پارہ 21 سورۂ لقمٰن کی آیت نمبر 6 میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَهۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ۖۗ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ۝ ترجمہ کنزالعرفان: اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں اور انہیں ہنسی مذاق بنالیں۔ ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

یہ آیتِ مبارکہ گانے باجے کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس آیت میں لَهۡوَ الۡحَدِیۡثِ سے متعلق مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے۔[5]

گانا چونکہ دل کو خراب اور اللہ پاک کو ناراض کرنے والا ہے۔[6] لہٰذا باجا بجانے والے اور سننے والے لعنتی ہیں۔ تو جس نے دنیا میں گانے باجے سنے وہ جنت میں خوش کرنے والی آوازوں کو سننے سے ہمیشہ محروم رہے گا، مگر یہ کہ وہ توبہ کرلے۔[7] حضرت علامہ سید محمد امین ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ناچنا، مذاق اُڑانا، تالی بجانا، ستار کے تار بجانا، بَرْبَط و سارنگی اور رُباب و بانسری (موسیقی کے آلات)، جھانجھن، بگل بجانا مکروہِ تحریمی (یعنی قریب بہ حرام) ہے، کیونکہ یہ سب کفار کے شعار ہیں، نیز بانسری اور دیگر سازوں کا سننا بھی حرام ہے۔ اگر اچانک سُن لیا تو معذور ہے اور اس پر واجب ہے کہ نہ سننے کی پوری کوشش کرے۔[8] جیسا کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے باجوں کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال دیں اور اس راستے سے دوسری طرف ہٹ کر مجھ سے فرمایا: اے نافع! کیا تم کچھ سن رہے ہو؟ میں نے عرض کی: نہیں۔ تب آپ نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکال کر فرمایا: میں نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے اسی طرح کی آواز سنی تو ایسا ہی کیا تھا۔[9]

معلوم ہوا کہ جیسے ہی موسیقی کی آواز آئے فوراً کانوں میں انگلیاں داخل کرکے وہاں سے دور ہٹ جانا چاہیے۔ لہٰذا موسیقی سے خود بھی بچیے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کیجئے۔ اپنے میموری کارڈ، موبائل، لیپ ٹاپ، کمپیوٹر سسٹم اور دیگر تمام سوشل اکاؤنٹس سے میوزک کا ڈیٹا Delete کر کے نعت و تلاوت سنئے۔ ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کیجئے۔ اپنے ایمان کی فکر کیجئے کہ گانے باجے سننے کے سبب اگر ایمان برباد ہو گیا تو دین و دنیا کی ذلت و رسوائی مقدر بن جائے گی۔ گانے باجوں سے بچنے کے لئے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے عطا کردہ 63 نیک اعمال کے رسالے کے خانے بھر کر اپنی آخرت سنوارنے کی کوشش کیجئے اور ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اپنی ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنالیجئے ان شاء اللہ دونوں جہاں کی بھلائیاں حاصل ہوں گی۔

---

❶ تنبیہ الغافلین، ص23 ❷ تفسیر خزائن العرفان، ص1040 ❸ غیبت کی تباہ کاریاں، ص438 ❹ شعب الایمان، 5/306، حدیث: 6741 ❺ تفسیر صراط الجنان، 7/475 ❻ تفسیرات احمدیہ، ص603 ❼ الروض الفائق، ص405 ❽ رد المحتار، 9/651 ❾ ابوداود، 4/367، حدیث: 4924

ام حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ ام عطار گلبہار سیالکوٹ

عطائے مصطفےٰ (1)

اللہ و رسول کی عطا و بخشش پر راضی رہنا ایمان کی علامت ہے، جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ۠ (پ10، التوبۃ:59) ترجمہ کنز العرفان: اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا فرمایا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔

یعنی کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر تقسیم پر اعتراض کرنے والے منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا اگرچہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو اور وہ کہتے کہ ہمیں اللہ پاک کا فضل اور جتنا اس نے عطا کیا وہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ پاک اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے فضل سے صدقہ اور اس کے علاوہ لوگوں کے مالوں سے غنی اور بے نیاز کر دے۔[1] یہی مفہوم ایک مقام پر کچھ یوں بیان کیا گیا ہے: وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖۚ (پ10، التوبۃ:74) ترجمہ: اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں دولت مند کر دیا اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے۔ اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین و دنیا کا دولتمند فرما۔

میں گدا تُو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دُونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا[2]

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ہمیں ایمان دیا، دوزخ سے بچایا وغیرہ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم دیتے ہیں اور آئندہ بھی دیں گے بلکہ اللہ پاک جو دیتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہی کے ذریعے سے دیتا ہے۔[3]

لَا وَ رَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسولُ اللہ کی
ہم بھکاری وہ کریم ان کا خُدا ان سے فزوں
اور نہ کہنا نہیں عادت رسولُ اللہ کی

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہی خدا کی نعمتیں دیتے ہیں۔ تو اگر آج کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے عزت اور آبرو، ایمان، جان اور مال و دولت اللہ اور رسول نے دیئے تو شرک نہیں۔ کیونکہ یہی

قرآن کہہ رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کوئی چیز مانگنا شرک نہیں، کیونکہ دینے والے سے مانگنا جائز ہے۔[4] ہم بھی حضور سے ایمان، مال، اولاد، عزت، جنت سب کچھ مانگ سکتے ہیں، یہ مانگنا سنّتِ صحابہ ہے، حضور کے لنگر سے یہ سب کچھ قیامت تک بٹتا رہے گا اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے۔

مالک ہیں خزانۂ قدرت کے، جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خُلد جنابِ ربیعہ کو، بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے[5]

عطائے مصطفےٰ کی ایک جھلک پارہ 30 سورۂ کوثر کی پہلی آیت میں کچھ یوں بیان کی گئی ہے: اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ ترجمہ کنزالعرفان: اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ اس کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: اللہ پاک نے آپ کو کوثر کا مالک بنا دیا ہے تو آپ جسے چاہیں عطا کر سکتے ہیں۔[6] چنانچہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اپنی اس شان کا اظہار کچھ یوں فرمایا: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِي یعنی میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ پاک عطا فرماتا ہے۔[7]

رب ہے مُعْطِی یہ ہیں قاسم | رزق اُس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا | پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ | ساری کثرت پاتے یہ ہیں

دین و دنیا کی ساری نعمتیں علم، ایمان، مال، اولاد جس کو جو بھی ملتا ہے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ہاتھوں سے ملتا ہے کیونکہ یہاں کوئی قید ذکر نہیں فرمائی کہ فلاں نعمت اللہ دیتا ہے میں تقسیم کرتا ہوں اور فلاں نہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تقسیم دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ کیا کیا نعمت ہے جس کو حضور نے تقسیم نہ کیا۔ علم دیا، ایمان دیا، قرآن دیا، جنگ احد کے موقع پر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ تیر لگنے سے نکل گئی تو وہ ڈھیلا لے کر سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور آنکھ مانگی تو آپ نے انہیں آنکھ عطا کر دی۔[8] اسی جنگ میں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی، حضور نے ان کو کھجور کی ایک شاخ عنایت فرمائی جو ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی اور وہ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔[9] حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عطا برابر ہے مگر لینے والے اپنی اپنی وسعت کے مطابق لیتے ہیں۔ بجلی کا پاور ہاؤس ایک ہے مگر آگے مختلف طاقتوں کے بلب اپنی طاقت کے مطابق بجلی لیتے ہیں پھر جیسا بلب کا رنگ ہو ویسی ہی روشنی نظر آتی ہے لیتے سب حضور سے ہی ہیں، کوئی غوث بن رہا ہے تو کوئی قطب و ابدال، کوئی داتا تو کوئی غریب نواز بن رہا ہے، کوئی روحانیت کا نور لے رہا ہے تو کوئی علم کی روشنی حاصل کر رہا ہے اور کوئی عشق کے سمندر میں ڈبکی لگا رہا ہے۔

پوچھے کوئی بلال و خبیب و اویس سے
حُبِّ نبی میں زندگی کیسے گزر گئی

عطائے مصطفےٰ کی مزید جھلکیاں ملاحظہ کیجئے: ☆حضرت جابر بن عبدُ اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کبھی کسی منگتے کو جواب میں "لَا" (یعنی نہیں) نہ فرمایا۔[10] ☆ایک شخص نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر بکریاں مانگیں تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اسے اتنی بکریاں عطا فرمائیں جس سے دو پہاڑوں کے درمیان کی جگہ بھر گئی تو وہ شخص اپنی قوم کے پاس جا کر کہنے لگا: تم سب اسلام قبول کر لو، بے شک حضرت محمد (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) اتنا عطا فرماتے ہیں کہ محتاجی کا خوف نہیں رہتا۔[11] ☆ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں 70 ہزار درہم لائے گئے، حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں ایک چٹائی پر رکھا اور پاس کھڑے ہو کر تقسیم فرمانے لگے۔ کسی منگتے کو خالی نہ لوٹایا یہاں تک کہ سب تقسیم فرما دیئے۔[12] اگر ان 70 ہزار چاندی کے دراہم کو دیکھا جائے تو وہ وزن کے لحاظ سے تقریباً 214.32 کلو گرام چاندی کے برابر تھے۔ 15 اگست 2023 کے دن دس گرام چاندی کی قیمت 2114 روپے کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ایک دن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ساڑھے چار کروڑ سے زائد پاکستانی روپے تقسیم فرمائے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اللہ پاک ہمیں بھی رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عطاؤں سے حصہ عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمِین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر خازن، 2/250 (2) فتاویٰ رضویہ، 30/405 (3) تفسیر صراط الجنان، 4/157 (4) شان حبیب الرحمن، ص89 (5) مراٰۃ المناجیح، 2/84 (6) تفسیر صراط الجنان، 10/846 (7) بخاری، 1/43، حدیث: 71 (8) مصنف ابن ابی شیبہ، 7/542، حدیث: 15 (9) مدارج النبوت، 2/123 (10) بخاری، 4/109، حدیث: 6034 (11) مسلم، ص973، حدیث: 6021 (12) اخلاق النبی و آدابہ، ص30، حدیث: 95

جہنم سے بچو!

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

حضرت عدی بن حاتِم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب تم میں سے ہر ایک سے اُس کا رب بغیر کسی واسطے کے کلام فرمائے گا۔ انسان اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اسے آگے بھیجے ہوئے اعمال نظر آئیں گے، پھر بائیں طرف دیکھے گا تو بھی اعمال ہی نظر آئیں گے۔ اپنے سامنے دیکھے گا تو دوزخ نظر آئے گی، لہٰذا جہنم سے بچو! اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی ہو۔[1]

شرحِ حدیث

حدیثِ مبارک کے اس حصے "عنقریب تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب بغیر کسی واسطے کے کلام فرمائے گا" کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یعنی تم لوگ قیامت میں براہِ راست بلاواسطہ (Direct) اپنے رب سے کلام کرو گے (اور) یہ کلام عربی زبان میں ہو گا۔ مزید فرماتے ہیں: رب کریم کے ہاں سرکاری زبان عربی ہے۔ اس لیے فرمایا کہ لوگ اپنی دنیاوی بولیاں نہ بولیں گے تاکہ رب کا عربی کلام انہیں سمجھانے کے لیے کوئی ترجمانی کرنے والا درمیان میں نہ ہو۔[2]

حدیثِ مبارک کے ان الفاظ "انسان اپنے دائیں بائیں دیکھے گا" کے تحت علامہ بدرُ الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: یہ ایک مثال ہے، کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ مدد چاہنے کے لیے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ یہ بھی امکان ہے کہ وہ اِدھر سے بھاگنے کے لیے راستے ڈھونڈے گا تاکہ جہنم کی آگ سے نجات پا سکے۔[3]

اس حدیثِ مبارک میں نیک اعمال بالخصوص صدقہ کے ذریعے جہنم سے بچنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ جہنم کا عذاب بہت دردناک ہے اور اس سے بچنے کے لیے دنیا میں نیک عمل کرنا ضروری ہیں۔ ہمیں کسی بھی نیکی کو معمولی سمجھ کر چھوڑنا چاہیے نہ کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کرنا چاہیے، ہو سکتا ہے یہی نیکی جنت میں یا پھر وہی گناہ جہنم میں داخلے کا سبب بن جائے۔ کیونکہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں: کوئی نیکی حقیر (معمولی) جان کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اور کوئی گناہ حقیر (معمولی) سمجھ کر کر نہ لو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر پھونک (جلا) دیتی ہے۔[4]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کبھی کسی گناہ کو چھوٹا نہ جانو! کیونکہ اللہ پاک نے اپنے غضب کو اپنی نافرمانی میں چھپا رکھا ہے۔ ممکن ہے اسی چھوٹے گناہ میں اللہ پاک کی ناراضی چھپی ہو! کبھی کسی نیکی کو چھوٹا مت سمجھو! کیونکہ اللہ پاک نے اپنی رضا کو اپنی فرمانبرداری میں چھپا رکھا ہے۔ ممکن ہے کہ اسی نیکی میں ربّ کی رضا ہو! اب وہ نیکی چاہے اچھی بات ہو، ایک لقمہ ہو، اچھی نیت ہو یا پھر ان جیسی کوئی دوسری نیکی ہو۔[5] ایک بزرگ فرماتے ہیں: مجھ سے ایک گناہ ہوا تو میں نے اسے معمولی جانا، جب میں سویا تو خواب میں مجھ سے کہا گیا: کسی گناہ کو معمولی نہ جانو اگرچہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو! کیوں کہ آج جو گناہ تمہارے نزدیک چھوٹا ہے کل وہی گناہ اللہ پاک کے نزدیک بہت بڑا ہو گا۔[6]

ہر عمل کا بدلہ دیا جائے گا: فرمانِ الٰہی ہے: فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴿۸﴾ (پ30، الزلزال: 7، 8) ترجمہ کنز العرفان: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے وہ اسے دیکھے

گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے وہ اسے دیکھے گا۔ یعنی قیامت کے دن ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ اچھائی کا بدلہ جنت کی صورت میں اور بُرائی کا بدلہ جہنم کی صورت میں۔

جنت دلانے والی آسان نیکیاں: کئی احادیث میں چھوٹے چھوٹے نیک اعمال کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ مثلاً

☆ ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور ہر تکبیر (اللہُ اکبر کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) اور ہر تَھْلِیْل (لا الٰہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا بھی صدقہ ہے۔[7]

☆ تم کسی نیکی کو معمولی نہ جانو اگرچہ وہ تمہارا اپنے بھائی سے مسکرا کر ملاقات کرنا ہی ہو۔[8] جبکہ ایک روایت میں ہے: اگرچہ وہ تمہارا اپنے بھائی کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈالنا اور اس سے گفتگو کرتے ہوئے مسکرانا ہی کیوں نہ ہو۔[9]

☆ ایک حدیثِ مبارک میں تو بالخصوص عورتوں کو حکم فرمایا گیا ہے کہ اے مسلمان عورتو! کوئی عورت بھی اپنی پڑوسن کے تحفے کو معمولی نہ سمجھے اگرچہ بکری کا پایا ہی کیوں نہ ہو۔[10]

ذکر کی گئی احادیث پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ واقعی اس طرح کی نیکیاں کمانے کے کئی چھوٹے چھوٹے اور آسان مواقع تو اکثر ہمیں ملتے ہی رہتے ہیں، مثلاً بات بات پر سبحان اللہ، الحمدللہ وغیرہ کہنا، ملنے جلنے والیوں سے مسکرا کر ملنا، رشتے دار اور پڑوسی خواتین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو ضرورت پوری کرنا، حیثیت کے مطابق انہیں تحفہ اور کھانا بھجوانا، خوشی پر مبارک باد دینا، انتقال پر تعزیت کرنا اور بیماری وغیرہ میں عیادت کرنا، آزمائش میں سہارا دینا، پریشانی میں تسلی دینا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب نیکیاں کمانے کے بہت آسان مواقع ہیں جن پر ہم بڑی آسانی سے عمل کر سکتی ہیں۔

جہنم میں داخلے کا سبب بننے والے گناہ: یاد رہے! چھوٹی چھوٹی نیکیاں جنت میں داخلے کا سبب ہیں تو بظاہر چھوٹے نظر آنے والے گناہ جہنم میں داخلے کا بھی سبب بن سکتے ہیں، مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی، کسی کا بلاوجہ دل دکھانا، اپنے ہاتھ یا زبان سے کسی کو تکلیف دینا، دل دکھانے والی تنقید یا ہنسی مذاق کرنا، پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا وغیرہ۔ یہ سب بُرائیاں ہمارے معاشرے میں عام ہیں مگر افسوس! اس طرف ہماری توجہ نہیں کہ یہ کس قدر غضبِ الٰہی کو اُبھارنے والے کام ہیں۔

دعوتِ اسلامی کے دینی کام کیجیے: نیکیوں کی عادت بنانے اور گناہوں سے جان چھڑانے کے لیے عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی سے عملی طور پر وابستہ ہو جائیے، ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع میں شرکت کیجیے اور دیگر دینی کاموں پر عمل کی بھی کوشش کیجیے۔ بالخصوص امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے خواتین کے لیے 63 نیک اعمال کی صورت میں نیکیاں کمانے اور گناہوں سے بچنے کا جو نسخہ عطا فرمایا ہے اس کے مطابق عمل کی کوشش کیجئے۔ اس رسالے کو پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ اس میں تو کئی ایسی آسان نیکیوں کا ذکر ہے جن پر ہم آسانی سے عمل کر سکتی ہیں لیکن توجہ نہ ہونے کی وجہ سے عمل سے محروم رہتی ہیں۔ اسی طرح اس رسالے میں کئی ایسے چھوٹے گناہوں سے بچنے کی ترغیب ہے جن پر ہم توجہ نہ ہونے کی وجہ سے مبتلا ہیں۔ اس نیک اعمال کے رسالے کو پڑھتے رہنے، اس کے مطابق اپنے اعمال کا جائزہ لینے اور اس کے خانوں کو فِل کرتے رہنے سے ان شاء اللہ نیکیوں پر استقامت نصیب ہو گی اور جنت میں داخلہ آسان ہو گا۔ اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) مسلم، ص393، حدیث:2348 (2) مراۃ المناجیح، 8/119 (3) عمدۃ القاری، 15/612، تحت الحدیث:6539 (4) مراۃ المناجیح، 3/96 (5) احیاء العلوم، 5/287 (6) الزواجر، 1/32 (7) مسلم، ص391، حدیث:2329 (8) مسلم، ص1084، حدیث:6690 (9) ابنِ حبان، 1/369، حدیث:522 (10) بخاری، 2/165، حدیث: 2566

میدانِ محشر میں لوگوں کی کیفیت (قسط 16)

سلسلہ: ایمانیات

شعبہ ماہنامہ خواتین

(قیامت کے دن مختلف گناہوں کی وجہ سے لوگوں کی حالت کیا ہوگی؟ سلسلہ جاری ہے، چنانچہ اسی سلسلے کی ایک اور قسط ملاحظہ فرمائیے)

زیورات پر زکوٰۃ ادا نہ کرنے والیوں کی حالت: جو عورتیں زیورات استعمال کرتی ہیں مگر ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتیں، ان کے متعلق مروی ہے کہ جو عورت اپنی گردن میں سونے کا ہار پہنے، (مگر اس کی زکوٰۃ نہ دے تو) روزِ قیامت اس کی گردن میں اسی کی طرح آگ کا ہار ڈالا جائے گا۔ (اسی طرح) جو عورت اپنے کانوں میں سونے کی بالیاں پہنے، (مگر زکوٰۃ نہ دے تو) اللہ پاک قیامت کے دن اس کے کانوں میں اسی کی طرح آگ کی بالیاں ڈالے گا۔[1] جیسا کہ حضرت اسماء بنتِ یزید رضی اللہ عنہا اور ان کی خالہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں، انہوں نے سونے کے کنگن پہن رکھے تھے تو حضور نے ان سے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ عرض کی: نہیں۔ تو ارشاد فرمایا: کیا تم ڈرتی نہیں ہو کہ اللہ پاک تمہیں آگ کے کنگن پہنا دے۔[2]

کسی کی زمین پر قبضہ کرنے والے کی حالت: اللہ پاک کے ہاں سب سے بڑی خیانت ناحق لی گئی ایک ہاتھ زمین ہے۔ تم دو لوگوں کو مکان یا زمین میں شریک پاؤ، پھر ان میں سے ایک اپنے ساتھی کے حق میں سے ایک ہاتھ جتنی زمین دبالے تو اس نے قیامت کے دن اپنے لیے سات زمینوں کا طوق الگ کر لیا۔[3] ☆ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے کسی کی بالشت بھر زمین چھینی ہوگی اللہ پاک اسے وہ زمین کھودنے کا پابند کرے گا یہاں تک کہ وہ ساتویں زمین کے آخر تک پہنچ جائے گا، پھر اللہ پاک قیامت کے دن وہ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دے گا یہاں تک کہ اللہ پاک لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔[4] ایک روایت میں ہے کہ اسے اس زمین کی کھدائی کرنے کا پابند کیا جائے گا یہاں تک کہ پانی نکل آئے پھر اس مٹی کو اٹھائے میدانِ محشر تک آئے۔[5] ایک روایت میں ہے کہ وہ اس کے بدلے ساتوں زمینیں اٹھائے ہوئے آئے گا۔[6] جبکہ ایک روایت کے مطابق وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی گردن میں ساتوں زمینوں کا طوق ہوگا۔[7]

چوری چھپے باتیں سننے والے کی حالت: جس نے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے حالانکہ وہ اس کا سننا ناپسند کرتے تھے یا اس سے دور بھاگتے تھے تو روزِ قیامت اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔[8]

عیب بیان کرنے اور بُرے نام رکھنے والے کی حالت: جو اس حالت میں مرا کہ منہ پر اور پیٹھ پیچھے عیب بیان کرنے والا اور لوگوں کے بُرے نام رکھنے والا تھا تو روزِ قیامت اس کی علامت یہ ہوگی کہ اللہ پاک اس کی دونوں باچھوں سے لے کر اس کی ناک تک داغ لگائے گا۔[9]

تہمت لگانے والوں کی حالت: جس نے بھی کسی مسلمان کے متعلق ایسی بات پھیلائی جو اس میں نہ ہو اور اس بات پر اس مسلمان کو دنیا میں الزام دیا گیا تو اللہ کریم پر حق ہے کہ قیامت

کے دن اس شخص کو جہنم میں پگھلاتا رہے گا یہاں تک کہ وہ شخص اس بات کا ثبوت لائے جو اس نے پھیلائی تھی۔[10]

غیبت کرنے والوں کی حالت: جس نے دنیا میں (غیبت کرکے) اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہوگا، روزِ قیامت اسے اس بھائی کے قریب کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اب اس زندہ کو کھا جیسے مردہ کو کھاتا تھا چنانچہ وہ اس کو کھائے گا اور منہ بگاڑے گا اور چیخے چلائے گا۔[11] ☆ایک روایت میں ہے: مسلمانوں کی ناحق غیبت کرنے اور ان کا گوشت کھانے والا نیز حاکم کے پاس ان کی ناجائز شکایت کرنے والا روزِ قیامت اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کی آنکھیں نیلی ہوں گی اور وہ ہلاکت و موت کی دعا کرے گا، وہ اپنے گھر والوں کو پہچانے گا لیکن وہ اسے نہیں پہچانیں گے۔[12]

ریاکار کی حالت: قیامت کے دن کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لے جانے کا حکم دیا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اور جنت کو دیکھ لیں گے، اس کی خوشبوئیں کو سونگھیں گے اور جو نعمتیں اللہ پاک نے جنتیوں کے لیے تیار کی ہیں اسے دیکھیں گے تو پکارا جائے گا: انہیں یہاں سے واپس لے جاؤ! جنت میں ان کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ وہ ایسی حسرت سے لوٹیں گے کہ ایسی حسرت کبھی کسی کو نہ ہوئی ہوگی، وہ عرض کریں گے: اے ہمارے ربّ! تو اپنا ثواب اور اپنے دوستوں کے لیے جنت میں تیار کی گئی نعمتیں دکھانے سے پہلے ہی ہمیں جہنم میں ڈال دیتا تو ہم پر کچھ ہلکا ہوتا۔ اللہ پاک فرمائے گا: میں نے تمہارے ساتھ یہی کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ تم لوگ جب تنہائی میں ہوتے تو بڑے بڑے گناہ کرکے مجھ سے مقابلہ کرتے اور جب لوگوں سے ملتے تو عاجزی کرتے ہوئے ملتے۔ جو تم اپنے دلوں سے مجھے پیش کرتے تھے لوگوں کو اس کا الٹ دکھاتے تھے۔ تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے بے خوف تھے۔ تم نے لوگوں کو محترم سمجھ رکھا تھا اور میری عظمت کی تمہیں پروا نہیں تھی۔ تم نے لوگوں کی خاطر تو گناہ چھوڑے مگر میرے لیے گناہ نہیں چھوڑے۔ لہٰذا آج میں تمہیں ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ دردناک عذاب بھی دوں گا۔[13]

ناچنے گانے والے ہیجڑوں کی حالت: ایک ہیجڑے نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر گانا گانے کی اجازت مانگی تو حضور نے اسے اجازت نہ دی، جب وہ چلا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان نافرمانوں میں سے جو بغیر توبہ کیے مر جائے گا اللہ پاک روزِ قیامت اسے ایسے ہی اُٹھائے گا جیسے وہ دنیا میں ہیجڑا تھا۔ برہنہ حالت میں کپڑے کے کسی چیتھڑے سے بھی لوگوں سے پردہ نہ کرسکے گا، جب بھی کھڑا ہوگا تو چکرا کر گر جائے گا۔[14]

قاضی و حکمران کی حالت: ☆جو شخص لوگوں کے کسی کام کا نگران بنایا گیا مگر اس نے خود کو کمزوروں اور حاجت مندوں سے دور کر لیا تو قیامت کے دن اللہ کریم اس سے حجاب فرما لے گا۔[15] ☆جو 10 لوگوں پر حاکم بنا، اس نے ان کی پسند و ناپسند کے مطابق فیصلہ کیا تو روزِ قیامت اسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوں گے۔ پس اگر اس نے اللہ پاک کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہوگا، رشوت لی ہوگی نہ کسی سے ڈرا ہوگا تو اللہ پاک قیامت کے دن اسے آزاد فرما دے گا، اس روز اس کے طوق کے سوا کوئی طوق نہ ہوگا اور اگر اس نے اللہ پاک کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کیا ہوگا، فیصلہ کرنے میں رشوت لی ہوگی اور عدل و انصاف سے کام نہ لیا ہوگا تو اس کے الٹے ہاتھ کو سیدھے ہاتھ سے باندھ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور وہ 500 سال میں بھی اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے گا۔[16] ☆بُرے حکمران کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: اے بدکردار حکمران! تو نے دودھ پیا، گوشت کھایا اور اُونی لباس پہنا مگر نہ ٹوٹے دل کو جوڑا، نہ رعایت کی جگہ اس کی رعایت کی آج میں تجھ سے اس کا انتقام لوں گا۔[17]

---

(1) ابوداود، 4/126، حدیث: 4238 (2) مسند امام احمد، 10/446، حدیث: 27685 (3) مسند امام احمد، 8/447، حدیث: 22958 (4) مسند امام احمد، 6/180، حدیث: 17582 (5) معجم کبیر، 22/271، حدیث: 695 (6) معجم کبیر، 3/215، حدیث: 3172 (7) معجم اوسط، 4/147، حدیث: 5519 (8) بخاری، 4/422، حدیث: 7042 (9) معجم کبیر، 13/47، حدیث: 160 (10) ترغیب و ترہیب، 3/151، حدیث: 3439 (11) معجم اوسط، 1/450، حدیث: 1656 (12) مستطرف، 1/148 (13) معجم کبیر، 17/85، حدیث: 199 (14) ابن ماجہ، 3/256، حدیث: 2613 (15) مسند امام احمد، 8/250، حدیث: 22137 (16) مستدرک، 5/140، حدیث: 7151 (17) آخرت کے حالات، ص 324، رقم: 806

حضور کے دودھ پینے کی عمر کے واقعات (قسط 4)

گزشتہ سے پیوستہ پچھلی قسط میں گزرا کہ اللہ پاک نے اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت کے لئے سیدہ حلیمہ کو چُنا اور ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ ان کے علاوہ کوئی اور خاتون حضور کو دودھ پلانے کی سعادت نہ پاسکے۔

اگر اسی بات کا ایک اور پہلو کے اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو ذہن میں چند انتہائی اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کے جوابات جاننا انتہائی ضروری ہے۔ مثلاً کئی سیرت نگاروں نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ کے قبیلے کی دیگر خواتین نے حضور کو دودھ پلانے سے انکار کر دیا تھا، صرف اس وجہ سے کہ حضور یتیم ہیں اور انہیں توقع تھی کہ انہیں ان کی والدہ کی طرف سے کوئی خاص مالی فائدہ نہیں ہو گا اور دوسرا یہ کہ سیدہ حلیمہ بھی مجبوراً حضور کو دودھ پلانے پر راضی ہوئی تھیں، کیونکہ انہیں کہیں اور سے کوئی بچہ نہ ملا تھا۔(1)

اس سوال کا ایک جواب تو یہ دیا جاسکتا ہے کہ جو خواتین جن بچوں کو دودھ پلانے کے لئے لے گئیں تو کیا انہیں یقین تھا کہ جب تک وہ ان بچوں کو دودھ پلاتی رہیں گی ان کے باپ اس وقت تک زندہ رہیں گے اور انہیں خوب مال و دولت سے بھی نوازیں گے۔ اسی طرح یہ بات بھی عقل میں آنے والی نہیں کہ جن عورتوں نے حضور کو ان کے یتیم ہونے کی وجہ سے قبول نہ کیا، وہ حضور کے خاندان بنو ہاشم کی عظمت اور پسِ منظر سے بھی آگاہ نہ تھیں، حالانکہ واقعہ فیل کو ابھی زیادہ عرصہ گزرا تھا نہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبدُ اللہ کو ذبح نہ کرنے کے بدلے ان کے والد کا سو اونٹ قربان کرنے کا قصہ لوگ بھولے تھے۔

حیرانی اس بات پر بھی ہے کہ جو خاندان کعبہ کی عظمتوں کا نگہبان تھا اس گھرانے کے ایک بچے کو دودھ پلانے والی عورتیں اس وجہ سے دودھ پلانے سے انکار کر رہی ہیں کہ اس بچے کے والد نہیں، لہٰذا انہیں انعام میں کیا ملے گا! کیا وہ خواتین مکے میں پہلی بار آئی تھیں اور اتنی انجان تھیں کہ انہیں اس بچے کے دادا کی عظمت و سخاوت کے متعلق بھی معلوم نہ تھا! حالانکہ اس وقت حضرت عبد المطلب مکے کے امیر ترین تاجر تھے۔ نیز یہاں یہ بات بھی انتہائی اہم اور غور طلب ہے کہ حضرت عبدُ المطلب جیسا قریش کا انتہائی عقل مند، تجربہ کار اور طاقتور سردار اتنا مجبور تھا کہ وہ اپنے انتہائی لاڈلے پوتے کو دودھ پلانے کے لئے ایک ایسی عورت کے حوالے کرنے پر راضی ہو گیا کہ جس کی ظاہری حالت بھی کچھ اچھی نہ تھی، جیسا کہ آپ خود اپنی ظاہری حالت

کے متعلق فرماتی ہیں: یہ سال سخت خشک سالی کا تھا، میری سواری نہایت کمزور تھی، ہمارے پاس ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی جس کے تھنوں میں ایک قطرہ دودھ نہ تھا، ہم کبھی پوری رات آرام سے سو نہیں سکتے تھے، کیونکہ ہمارا بچہ بھوک سے روتا رہتا تھا، میری چھاتیوں میں اتنا دودھ نہ تھا جو اس کے لئے کافی ہوتا اور نہ ہماری اونٹنی کے تھنوں میں اتنا دودھ تھا کہ اس سے اس کا پیٹ بھر سکتا۔[2] یعنی اگر محتاط الفاظ میں کہا جائے تو کیا سیدہ حلیمہ کا انتخاب حضرت عبد المطلب نے مجبوراً کیا تھا!

یاد رکھئے! حضور کی اس دنیا میں تشریف آوری اور بچپن و جوانی سے متعلق ہر ہر بات کو عقل کے ترازو پر نہ تولنا ہی بہتر ہے، کیونکہ بعض باتوں کو بغیر کسی دلیل کے ہی ماننے میں عافیت ہے، جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی نزع کا جب وقت قریب آیا تو شیطان آیا اور ان کا ایمان چھیننے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے اُس نے خدا کے ایک ہونے کی دلیل پوچھی، آپ نے یکے بعد دیگرے 360 دلیلیں دیں مگر اس خبیث نے وہ سب توڑ دیں، ادھر آپ کے پیر حضرت نجمُ الدّین کُبریٰ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے میلوں دور کسی مقام پر وضو فرماتے ہوئے چشمِ باطن سے یہ سب ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ نے وہیں سے آواز دی: رازی! کہہ کیوں نہیں دیتے کہ میں نے خدا کو بغیر دلیل کے ایک مانا۔ امام رازی نے یہ کہا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر جان! جان آفرین کے سپُرد کر دی۔[3]

معلوم ہوا! بعض باتوں کو بغیر دلیل کے ہی ماننے میں عافیت ہے اور اگر کوئی دلیل ہو مگر اس سے حضور کی عظمت و شان میں کمی آتی ہو تو بہتر یہ ہے کہ ایسی بات بیان ہی نہ کی جائے۔ جیسا کہ علامہ حافظ ابنِ حجر فرماتے ہیں: ایسی باتیں بیان نہ کی جائیں جن سے حضور کی اہمیت و عظمت کم ہوتی ہو۔[4] یعنی تاریخ و سیرت کی کتب میں لکھی ہر وہ بات جس سے حضور کی عظمت کا احساس ہونے کے بجائے دکھ ہوتا ہو بیان نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے دودھ پلانے والی کسی خاتون کا انتظام کرنے سے متعلق جو واقعات کتابوں میں لکھے ہیں یعنی بنو سعد کی عام خواتین نے حضور کو صرف ان کے یتیم ہونے کی وجہ سے دودھ پلانے سے انکار کیا تو دوسری طرف حضرت عبد المطلب نے سیدہ حلیمہ کی ظاہری حالت اتنی کمزور ہونے کے باوجود انہیں اپنے لاڈلے پوتے کو دودھ پلانے کے لئے مجبوری کی حالت میں چنا تھا، یہ ایسی باتیں ہیں جنہیں عوام میں بیان کرنا مناسب نہیں، کیونکہ اس سے حضور کی شان میں کمی ہوتی ہے، ہاں اگر اس کی توجیہہ یوں کر لی جائے کہ سیدہ حلیمہ کا انتخاب کسی فرد نے نہیں کیا تھا، بلکہ یہ حکمِ ربی تھا جیسا کہ پچھلی قسط میں گزرا تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ! یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہو سکتا ہے کہ سیدہ حلیمہ کی ایسی کون سی خاص ادا و صفت تھی جو اللہ پاک کے ہاں اتنی مقبول ٹھہری کہ اس نے اپنے محبوب کی پرورش کے لئے ان کو یہ سعادت عطا فرمائی! تو اس حوالے سے بھی اگرچہ تاریخ و سیرت کی کتابیں خاموش ہیں، مگر قرائن سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ کچھ یوں ہے کہ اللہ پاک جسموں کو دیکھتا ہے نہ صورتوں کو، بلکہ وہ تو دِلوں کو دیکھتا ہے۔[5] یعنی اللہ پاک کے ہاں خوبصورتی اور بد صورتی کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ وہ دلوں میں موجود یقین، سچائی، اِخلاص، دکھلاوے کا ارادہ، شہرت، اچھے بُرے اخلاق اور اعمال دیکھتا ہے اور پھر انہی کے مطابق بدلہ عطا فرماتا ہے۔[6] سیدہ حلیمہ کے متعلق معارج النبوۃ کے حوالے سے ذکر ہو چکا ہے کہ آپ دینِ ابراہیم کی ماننے والی اور انتہائی صابر و شاکر خاتون تھیں، ہر خوشی و غمی کے موقع پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتیں کہ جس نے انہیں اپنی خاص رحمتوں اور برکتوں سے نوازا۔[7] نیز آپ نے مکہ میں اپنی آمد کے وقت اپنی جو حالت بیان کی، بلاشبہ وہ آپ کی غربت اور دکھوں کا واضح ثبوت ہے، مگر ایسی پتلی حالت کے باوجود آپ اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہ تھیں، بلکہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کا کریم رب آپ پر کرم کی بارش ضرور فرمائے گا اور تنگ دستی و بے بسی کی کیفیت دور فرما کر خوش حالی و کشادگی عطا فرمائے گا۔[8] شاید یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عبد المطلب کو غیبی فرشتے نے اللہ پاک کا حکم سنایا کہ وہ سیدہ حلیمہ کو ہی اپنے پوتے کو دودھ پلانے کے لئے چُنیں اور اس نے سیدہ حلیمہ کے متعلق یہ گواہی بھی

دی کہ وہ نہایت نیک، امانت دار، ہر عیب سے محفوظ اور انتہائی پاکیزہ دامن والی ہیں۔[9]

یہ سب قرائن اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اللہ پاک کے ہاں سیدہ حلیمہ کا ایک خاص مقام تھا جس کی بنا پر انہیں حضور کی رضاعی ماں بننے کا شرف ملا۔ چنانچہ ان قرائن کی بنا پر یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اللہ پاک نے سیدہ حلیمہ کو چُنا اور ایسے اسباب پیدا فرما دیئے کہ ان کے علاوہ کوئی اور عورت حضور کو دودھ نہ پلائے۔ مگر ایک قرینہ ایسا بھی ہے جسے عشق کی عین سے دیکھا جائے تو جو حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے اسے عاشقانِ رسول تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے اور وہ یہ کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پیدائشی طور پر ہر طرح کے اچھے اخلاق سے آراستہ تھے اور پیدا ہوتے ہی آپ نے جو سجدہ فرمایا وہ اس بات کی نشانی تھا کہ آپ کی پاکیزہ زندگی کی شروعات ہی اللہ پاک سے قرب کے ساتھ ہوئی ہے۔[10] لہٰذا اس بات کو ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بے سہاروں کے سہارا اور یتیموں کے والی تھے، یہی وجہ ہے کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہُ عنہا نے پہلی وحی کے نزول کے وقت تسلی دیتے ہوئے آپ سے عرض کی تھی: آپ رشتہ جوڑتے ہیں، دوسروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کے لیے کمائی کرتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں، حق کی طرف لے جانے والوں کی مدد کرتے ہیں۔[11] شفا شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مسکینوں کی عیادت فرماتے، فقیروں کے پاس بیٹھتے اور کوئی غلام بھی دعوت دیتا تو اسے قبول فرما لیتے تھے۔[12]

مدارج النبوۃ میں علامہ عبدُ الحق محدّث دہلوی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جب حضور کسی محتاج کو دیکھتے تو اپنا کھانا پینا تک اٹھا کر عنایت فرما دیتے حالانکہ اس کی آپ کو بھی ضرورت ہوتی۔ آپ کی عطا مختلف قسم کی ہوتی جیسے کسی کو تحفہ دیتے، کسی کو کوئی حق عطا فرماتے، کسی سے قرض کا بوجھ اتار دیتے، کسی کو صدقہ عنایت فرماتے، کبھی کپڑا خریدتے اور اس کی قیمت ادا کر کے اس کپڑے والے کو وہی کپڑا بخش دیتے، کبھی قرض لیتے اور (اپنی طرف سے) اس کی مقدار سے زیادہ عطا فرما دیتے، کبھی کپڑا خرید کر اس کی قیمت سے زیادہ رقم عنایت فرما دیتے اور کبھی تحفہ قبول فرماتے اور اس سے کئی گنا زیادہ انعام میں عطا فرما دیتے۔[13]

یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کا انکار کرنا کسی کے بس میں نہیں اور ہر ایک نے حضور کو جیسا پایا بیان کر دیا۔ چنانچہ اگر اس بات کو مان لیا جائے کہ حضور پیدا ہوتے ہی غریب پرور و حاجت روا تھے تو پھر اس بات کو ماننے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ حضور نے سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا کو اپنی خدمت کا جو موقع عطا فرمایا تھا اس کی سب سے بڑی وجہ ان کے اس وقت کے حالات بھی تھے کہ جنہیں سیدہ حلیمہ نے خود بھی بیان فرمایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کریم آقا صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے انوار و برکات کی بارش جب ان پر کھل کر برسی تو دنیا جانتی ہے کہ سیدہ حلیمہ کی تقدیر ہی بدل گئی، ان کی ویران و قحط زدہ دنیا کی ہر کھیتی سر سبز و شاداب ہو گئی۔ ان کی اپنی ذات ہی اس سے فیض یاب نہ ہوئی بلکہ ان سے تعلق رکھنے والی ہر چیز نے حضور کی نوازشوں کا خوب فیض پایا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

نیز حضور کی خدمت کے صدقے سیدہ حلیمہ نے وہ مقام پایا کہ آج تک عرب و عجم کے لوگ ان کی اس سعادت و عظمت کو خراجِ تحسین پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ سیدہ حلیمہ کے اس وقت کے حالات کے مقابلے میں اگر حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نوازشوں کو دیکھا جائے تو کسی نے اس کی کیا خوب ترجمانی کی ہے:

قربان میں اُن کی بخشش کے مقصد بھی زباں پر آیا نہیں
بن مانگے دیا اور اتنا دیا دامن میں ہمارے سمایا نہیں

(یہ سلسلہ جاری ہے اور سیدہ حلیمہ نے حضور سے جو برکتیں پائیں ان شاء اللہ آئندہ قسطوں میں بیان کی جائیں گی۔)

---

(1) مواہب لدنیہ، 1/ 79 (2) سیرتِ حلبیہ، 1/ 130 (3) ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص 493 (4) سیرت حلبیہ، 1/ 135 (5) مسلم، ص1064، حدیث:2564 (6) مرقاۃ المفاتیح، 9/ 174، تحت الحدیث:5314 (7) معارج النبوۃ، رکن دوم، ص51 (8) سیرت حلبیہ، 1/ 130 (9) سبل الہدی و الرشاد، 1/ 386 (10) سیرت حلبیہ، 1/ 80 (11) بخاری، 1/ 8، حدیث:3 (12) الشفا، 1/ 131 (13) مدارج النبوۃ، 1/ 49

حضرت یوسف علیہ السّلام کے معجزات و عجائبات

(قسط16)

جب حضرت یوسف علیہ السّلام کی اپنے بھائی بنیامین سے ملاقات ہوئی تو دونوں گلے مل کر خوب روئے، یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے، پھر جب حضرت یوسف علیہ السّلام کو ہوش آیا تو بنیامین سے اپنے والدِ گرامی کا حال پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ آپ کے غم میں روتے روتے ان کی دونوں آنکھوں کی (ظاہری) بینائی ختم ہو چکی ہے اور ان کی بس یہی تمنا ہے کہ آپ انہیں مل جائیں۔ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا: کاش! میری ماں مجھے پیدا ہی نہ کرتی۔ پھر آپ نے اپنی بہن دنیہ کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا: آپ کی زندگی کی قسم! اس نے 40 برس سے کمبل کے سوا اور کچھ نہیں پہنا، وہ بیتُ الاَحزان میں پڑی رہتی ہے اور ہر روز راستے میں بیٹھ کر ہر گزرنے والے اجنبی سے آپ کے متعلق پوچھتی رہتی ہے۔ اپنی بہن کا یہ حال سن کر حضرت یوسف کو بڑا دکھ ہوا۔ پھر آپ نے بنیامین سے بال بچوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا: میرے تین لڑکے ہیں۔ نام پوچھے تو عرض کی: ایک کا نام خون ہے، دوسرے کا بھیڑیا اور تیسرے کا یوسف۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے ان سے ایسے نام رکھنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کی: میں نے یہ نام اس لئے رکھے ہیں کہ جب میں اپنے بھیڑیا نامی بیٹے کو دیکھوں تو اس بھیڑیئے کو یاد کروں جس پر آپ کو کھانے کا بہتان لگایا گیا تھا اور جب خون کو دیکھوں تو آپ کی خون آلود قمیص یاد آ جائے۔ جب یوسف کو دیکھوں تو آپ کو یاد کروں۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائی بنیامین سے دوسرے بھائیوں کے پاس جانے کا کہا مگر وہ بولے: میں آپ کی جدائی میں 40 برس سے تڑپ رہا ہوں اور اب ملنے کے بعد آپ مجھے اپنے پاس سے کیوں دور کر رہے ہیں؟ اس پر حضرت یوسف نے انہیں تسلی دی کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم میرے پاس رہ جاؤ، چنانچہ مجھے اس کے لئے کچھ کرنا ہو گا۔ لہٰذا یہ سن کر بنیامین نے عرض کی: ٹھیک ہے! جو جی میں آئے کیجئے، مگر میں آپ کے پاس ہی رہوں گا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر بھائیوں کے پاس گئے تو خوشی کے سبب ان کا چہرہ اس قدر نورانی ہو چکا تھا کہ بھائیوں نے بھی نہ پہچانا۔ انہوں نے آپ کو یوں آتے دیکھا تو پوچھنے لگے: آپ

کون ہیں؟ جب حقیقت معلوم ہوئی تو بڑے حیران ہوئے اور چہرے میں ہونے والی اس تبدیلی کے متعلق پوچھا تو بنیامین بولے: کیا اللہ پاک کے علاوہ بھی کوئی چہرہ بدلنے والا ہے؟[1] امام غزالی فرماتے ہیں: (خوشی سے چہرہ بدلنے کی مثال یوں سمجھئے کہ) جس وقت اللہ پاک کے نیک بندے اور اولیائے کرام جنت میں اپنے رب سے ملاقات کر کے (خوش ہو کر) واپس آئیں گے تو ان کا نور اور خوبصورتی اتنے زیادہ ہو چکے ہوں گے کہ حوریں پہلے انہیں نہ پہچان سکیں گی، پھر پہچان کر پوچھیں گی: یہ نور اور خوبصورتی کہاں سے آئے؟ تو وہ کہیں گے: اللہ پاک کے قُرب سے۔ (نیز اللہ والوں کے چہرے کی خوبصورتی اسی وقت دکھائی دیتی ہے جب دل ان کی طرف مائل ہو، جیسا کہ) حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہِ علیہ ایک مرتبہ کسی گاؤں میں تشریف لائے تو لوگوں نے ان کا بھرپور استقبال کیا۔ وہاں ایک نوجوان بھی تھا، جس کا کہنا ہے کہ جب لوگ ہر طرف سے حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہِ علیہ کی زیارت کو چلے آرہے تھے، میں نے بھی ان کی طرف دیکھا تو اپنے دل میں کہنے لگا: اس شخص کے بدن میں تو پیپ پڑی ہوئی ہے، ہونٹ موٹے، رنگ کالا اور پنڈلیاں پتلی پتلی ہیں (اسے دیکھنے کے لئے لوگ اس قدر بے تاب کیوں ہیں!)۔ اتنے میں حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہِ علیہ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے نوجوان! جب لوگوں کے دل اللہ پاک سے پھر جاتے ہیں تو اللہ پاک انہیں اس مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ اللہ پاک کے خاص بندوں کو بھی بُرا سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ سن کر اس نوجوان نے فوراً توبہ کی اور حیران بھی ہوا کہ حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہِ علیہ نے اتنی دور سے اس کے دل کی بات جان لی! لہٰذا اس نے عہد کیا کہ وہ آئندہ کبھی کسی اللہ والے کو بُرا نہیں کہے گا۔ اتنے میں ذو النون مسکرائے اور فرمانے لگے: اگر تو نے سچی توبہ کی ہے تو اللہ پاک اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اب میری طرف دیکھ! اس نوجوان نے جب دیکھا تو حضرت ذو النون مصری رحمۃ اللہِ علیہ اس بار اسے سورج کی پہلی شعاع کی طرح معلوم ہوئے۔ وہ بڑا حیران ہوا، اس پر حضرت ذو النون مصری نے فرمایا: اے نوجوان! وہ نہ پہچاننے کی نگاہ تھی اور یہ پہچاننے کی نگاہ ہے۔[2]

جب حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں کے سفر کا سامان تیار کیا یعنی ہر ایک کو ایک ایک اونٹ کے برابر اناج دیا تو اپنے بھائی بنیامین کے سامان میں ایک خاص قسم کا پیالہ بھی رکھوا دیا۔ اس پیالے میں اختلاف ہے کہ کس چیز کا تھا؟ بعض کہتے ہیں: بلور کا تھا اور بعض کہتے ہیں: سونے کا تھا۔ بعض کہتے ہیں: سبز زمرد کا تھا اور بعض کہتے ہیں: سرخ یاقوت کا تھا اور یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اس پیالے کی قیمت اس وقت دو لاکھ دینار تھی۔[3] جس کی موجودہ زمانے میں مالیت کا اندازہ لگایا جائے تو دو لاکھ دینار ایک اندازے کے مطابق 52 ہزار 5 سو کلوگرام سونے کے برابر بنتے ہیں اور 16 اگست 2023 کو پاکستان میں 24 کیرٹ سونے کی مالیت کے اعتبار سے کل قیمت ایک ٹریلین یعنی دس کھرب روپے سے بھی زائد بنتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السّلام کو یہ پیالہ بہت محبوب تھا، آپ کے حکم سے غلاموں نے یہ پیالہ بنیامین کے اسباب میں رکھ دیا تاکہ آپ اپنے بھائی کو ایک حیلے سے اپنے پاس رکھ سکیں۔ چنانچہ جب ان کے بھائی مصر سے نکل کر پہلی منزل پر پہنچے تو حضرت یوسف نے پانچ لاکھ سوار ان کے پیچھے بھیجے، لہٰذا جب انہیں روک کر بتایا گیا کہ بادشاہ کا وہ پیالہ نہیں مل رہا کہ جس کی قیمت دو لاکھ دینار ہے، لہٰذا تم میں سے جو بھی واپس دے گا، اسے مزید ایک اونٹ کا بوجھ انعام میں دیا جائے گا۔ اس پر سب نے کہا کہ ہم یہاں مصر میں فساد کی نیت سے آئے تھے نہ ہم چور ہیں۔ اس پر سپاہی بولے کہ اگر تم لوگ جھوٹے ہوئے تو اس چوری کی سزا کیا ہوگی؟ یہ بھی خود ہی بتا دو۔ تو وہ بولے: ہمارے ہاں چوری کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں سے وہ پیالہ ملے گا اسے اس کے بدلے غلام بنا لیا جائے گا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام نے چونکہ اپنے سپاہیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ انہیں لے کر واپس آئیں، لہٰذا جب سب واپس آکر بیٹھ گئے اور حضرت یوسف علیہ السّلام بھی ایک طرف پردے کے پیچھے تشریف فرما ہو گئے تو آپ نے غلاموں سے بنیامین سے پہلے دوسروں کا اسباب دیکھنے کو کہا۔ جب پیالہ کسی کے اسباب میں نہ ملا تو حضرت یوسف نے فرمایا: انہیں جانے دو اور ان کے چھوٹے بھائی کا سامان دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر سب بھائی بولے: یہ ہم سے افضل و بہتر نہیں، ہماری طرح اس کے سامان کی تلاشی بھی ضرور لینی چاہئے۔ چنانچہ جب تلاشی لی گئی اور پیالہ مل گیا تو سب بھائیوں نے سر جھکا لیا، مگر بنیامین خوش تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس حیلے سے حضرت یوسف علیہ السّلام نے انہیں اپنے پاس رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ مگر سب بھائی بولے: اے بادشاہ اس کے بدلے ہم میں سے کسی ایک کو یا سب کو قید کر لے اور اسے جانے دے، اس کا بوڑھا باپ اس کی جدائی برداشت نہ کر پائے گا۔[4]

---

1 بحر المحبہ، ص144 2 بحر المحبہ، ص145 3 بحر المحبہ، ص146
4 بحر المحبہ، ص146

شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

(89)

فضلِ پیدائشی پر ہمیشہ درود
کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **فضل:** فضیلت۔ **کراہت:** ناپسندیدگی۔

مفہومِ شعر: حضور کے پیدا ہوتے ہی آپ کا فضل و کمال ظاہر ہونے لگا، آپ کے اس پیدائشی فضل و کمال پر دائمی درود اور بچپن میں کھیل کود سے ناپسندیدگی پہ لاکھوں سلام۔

شرح: فضلِ پیدائشی: یوں تو حضور کی زندگی کا ہر مرحلہ بے مثل و باکمال ہے مگر آپ کی پیدائش کے وقت جو فضل و کمالات ظاہر ہوئے ان کا تذکرہ عاشقوں کی روح و جاں کو ایک عجب تازگی اور خوشی بخشتا ہے، مثلاً ☆ اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں آئے تو انہیں آپ کے دنیا میں تشریف لانے تک کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔[1] ☆ آپ کی پیدائش کے ساتھ ایک ایسا نُور نکلا جس سے مشرق و مغرب کی ہر چیز روشن ہو گئی۔[2] ☆ ستارے اتنے قریب آگئے گویا کہ ابھی گر پڑیں گے۔[3] ☆ اسی طرح کسریٰ کے محل کا زلزلہ، 14 کنگرے گرنا، ہزار سال سے روشن آتش کدۂ فارس کا بجھ جانا[4] اور ☆ بتوں کا منہ کے بل گر جانا وغیرہ بھی انہی عجائبات میں سے ہے۔[5]

کھیلنے سے کراہت: حضور کا بچپن عام بچوں سے بہت مختلف تھا، آپ کھیل کود بلکہ ہر اس کام سے جس میں دینی و دنیوی کوئی فائدہ نہ ہو دور رہتے۔[6] البتہ آپ نے تیراکی، تیر اندازی، گھڑ سواری اور نشانہ بازی سیکھنے سکھانے کی اجازت عطا فرمائی بشرطیکہ یہ چیزیں بطورِ فن سیکھی جائیں،[7] وہ بے فائدہ کھیل جو عام بچے کھیلتے تھے ان سے آپ کو طبعی طور پر نفرت تھی، یہاں تک کہ بچے آپ کو کھیلنے کے لیے بلاتے بھی تو آپ انہیں یہ کہہ کر منع فرما دیتے کہ میں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔[8]

(90)

اعتلائے جِبلّت پہ عالی درود
اعتدالِ طویت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: **اعتلائے جبلت:** فطری یعنی پیدائشی عروج و بلندی۔ **اعتدال:** میانہ روی۔ **طویت:** طبیعت۔

مفہومِ شعر: حضور کے فطری عروج و بلندی پر بلند و بالا درود اور آپ کی اعتدال پسند طبیعت پر لاکھوں سلام۔

شرح: اعتلائے جبلت: جبلت و فطرت دونوں ہم معنیٰ لفظ ہیں اور مراد تخلیق و پیدائش یا وہ اوصاف و عادات ہیں جو پیدائشی طور پر کسی انسان میں موجود ہوں۔[9] اس اعتبار سے اگر حضور کی پیدائش کو دیکھا جائے تو یہ بڑی بہترین تھی کہ آپ ناف بریدہ، ختنہ کیے ہوئے، سرمہ لگائے ہوئے اور ہر قسم کی گندگی سے پاک پیدا ہوئے۔[10] اگر حضور کے پیدائشی اوصاف و عادات کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ پیدا ہی ایسے پاکیزہ اوصاف کے ساتھ ہوئے تھے کہ جن

کو پاکر ایک انسان حقیقی معنوں میں اشرف المخلوقات کہلانے کا حق دار ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انصاف پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ نے اپنی رضاعی والدہ کا سیدھا پستان قبول فرماکر الٹی طرف والا اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیا تھا۔[11]

اعتدالِ طویت: اعتدال یعنی میانہ روی اسلام کی خوبیوں میں سے ہے اور اس سے مراد کمی اور زیادتی کی درمیانی حالت میں رہتے ہوئے کوئی کام کرنا ہے۔ حضور کو میانہ روی پسند تھی، آپ خود بھی میانہ روی اختیار فرماتے اور دوسروں کو بھی زندگی کے ہر ہر معاملے میں میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین فرماتے، مثلاً ایک شخص کو بہت زیادہ عبادت کرتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: اللہ پاک (اجر عطا فرمانے سے) نہیں اکتاتا بلکہ تم (عبادت سے) اُکتا جاتے ہو۔[12]

(91)

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: بے بناوٹ: بناوٹ سے پاک۔

مفہومِ شعر: بناوٹ اور دکھلاوے سے پاک حضور کے محبوبانہ ناز و انداز پر ہزاروں درود اور آپ کی قدرتی نمکین خوبصورتی پر لاکھوں سلام۔

شرح: بے بناوٹ ادا: حضور کی ہر ادا بناوٹ سے پاک تھی، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ (پ23، ص:86)

ترجمہ کنز الایمان: اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔

سادگی کے باوجود آپ کی ہر ہر ادا اس قدر دلنشین ہوتی کہ دیکھنے والا آپ پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جاتا! اللہ پاک نے قرآن میں بھی بعض مقامات پر اپنے پیارے محبوب کی چند پیاری پیاری اداؤں کو محفوظ فرمایا ہے۔ مثلاً کبھی سمتِ قبلہ کی تبدیلی کے وقت آسمان کی طرف آپ کے بار بار رخِ انور اٹھانے کی دلکش ادا کو بیان فرمایا[13] تو کبھی آپ کو چادر و بالاپوش اوڑھنے کے وصف کے ساتھ مخاطب فرمایا۔[14]

ملاحت: ملاحت نمکین حسن کو کہتے ہیں۔ حسن دو قسم کا ہوتا ہے: ملیح اور صبیح۔ ملیح جس کا ترجمہ ہے نمکین حسن، اگرچہ صباحت بھی حسن ہے مگر ملاحت حسن کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اس میں فرق بیان سے معلوم نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا چھانٹ عاشق کی نگاہ کرتی ہے اس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔

یوں سمجھو کہ سفید رنگ صبیح ہے اور سفیدی میں سرخی کی جھلک ہو اور اس میں کشش ہو کہ دل اُدھر کھنچے اور دیدہ وَر اس کے دیدار سے سیر نہ ہو وہ ملیح ہے یعنی نمکین حسن ہے حضور ایسے ہی حسین تھے۔[15] میٹھے سے دل بھر جاتا ہے مگر نمک سے جی نہیں اُکتاتا، اسی طرح مصطفےٰ کریم کے حسن ملیح سے بھی جی نہیں بھرتا بلکہ کوئی جتنا بھی دیکھ لے دیدار کی تڑپ میں مزید اضافہ ہی ہوتا ہے۔

(92)

بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: بھینی بھینی مہک: ہلکی و عمدہ خوشبو۔

مفہومِ شعر: حضور کے جسم سے آنے والی پاکیزہ خوشبوؤں پر درود اور آپ کی طبیعت کی حد درجہ نفاست پہ لاکھوں سلام۔

شرح: بھینی بھینی مہک: حضور کے جسمِ اقدس سے پیدائشی ہلکی ہلکی دل آویز خوشبو پھوٹتی تھی، جو بچپن تک ہی محدود نہ رہی بلکہ جیسے جیسے آپ جوان ہوئے اس میں بھی اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ معراج شریف کے بعد آپ کے جسمِ اطہر سے دُلہن سے بھی زیادہ عمدہ خوشبو آتی تھی۔[16] یہ خوشبو اس قدر سحر انگیز ہوتی کہ آپ جس گلی راستے سے گزرتے وہ مہک اٹھتے اور بعد میں گزرنے والا محسوس کرلیتا کہ اس راستے سے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا گزر ہوا ہے،[17] اتنا ہی نہیں بلکہ اگر کبھی صحابہ کرام کو حضور کی تلاش ہوتی تو وہ خوشبوئے مصطفےٰ کی پیروی کرکے حضور تک پہنچ جایا کرتے تھے۔

پیاری پیاری نفاست: حضور کا مزاج بہت بہترین تھا، گو کہ آپ کا جسم ہر قسم کی گندگی سے پاک تھا اور قدرت نے اس پاکیزگی کا بھرپور اہتمام بھی فرمایا تھا، مگر اس کے باوجود آپ خود بھی اپنے جسمِ اطہر کی ظاہری پاکیزگی کا خوب اہتمام فرماتے، ہمیشہ صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے، مبارک زلفوں میں تیل لگاتے اور کنگھی کرتے۔ آپ بکھرے بال، پریشان گندہ حال اور میلے لباس کو سخت ناپسند فرماتے۔[18]

---

(1) خصائص کبریٰ، 1/79 (2) خصائص کبریٰ، 1/79 (3) خصائص کبریٰ، 1/78 (4) خصائص کبریٰ، 1/87 (5) سیرتِ رسولِ عربی، ص556 (6) تفسیر کبیر، 11/196 ملخصاً (7) شعب الایمان، 6/401، حدیث: 8665 (8) مدارج النبوۃ، 2/21 (9) المنجد، ص99، 649 (10) سیرت حلبیہ، 1/78 (11) سبل الہدیٰ و الرشاد، 1/391 (12) ابن ماجہ، 4/487، حدیث: 4241 (13) پ2، البقرۃ: 144 (14) پ29، المزمل، المدثر: 1 (15) مراۃ المناجیح، 8/51 (16) سبل الہدیٰ و الرشاد، 2/88 (17) الشفا، 1/63 (18) ابو داود، 4/72، حدیث: 4062

مدنی مذاکرہ

کیا مچھلی کھانا اور کانچ کے برتن میں پانی پینا سنّت ہے؟

سُوال: کیا کانچ کے برتن میں پانی پینا سنَّت سے ثابت ہے؟ نیز کیا مچھلی کھانا بھی سنَّتِ مُبارکہ ہے؟

جواب: کانچ کے برتن میں پانی پینا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے ثابت ہے۔[1] (اس موقع پر امیرِ اہلِ سُنَّت کے قریب بیٹھے ہوئے مفتی صاحب نے فرمایا:) قَوارِیر کے الفاظ موجود ہیں لیکن اس پر سنَّت کے اِطلاق میں کلام ہے باقی حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے کانچ کا برتن اِستعمال کرنا ثابت ہے۔ (امیرِ اہلِ سنَّت نے اِرشاد فرمایا:) مچھلی کھانا بھی سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے ثابت ہے۔[2]

یاد رہے! پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے جو عمل ایک آدھ بار کیا ہو اسے سنَّت نہیں کہیں گے[3] ثابت کہیں گے۔ اب سرکار نے مچھلی بار بار اِستعمال فرمائی یہ مجھے پتا نہیں ہے البتہ اتنا پتا ہے کہ ایک بار جَیْشُ الْخَبَط کے موقع پر حضرت ابو عُبَیدہ بن جَرَّاح رضی اللہ عنہ نے عنبر نامی ایک بہت بڑی مچھلی پائی جو کہ ٹیلے کی طرح تھی، وہ اتنی بڑی تھی کہ بیل جتنے اس کے گوشت کے ٹکڑے بنائے گئے اور جب اس کی ہڈیاں کھڑی کی گئیں تو اونٹ سُوار اس کے نیچے سے گزر جاتا تھا۔ حضرت ابو عُبَیدہ بن جَرَّاح اس مچھلی کا گوشت مدینے شریف لائے اور سرکار کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ان سے وہ گوشت لے کر اسے نوازا اور اپنا منہ چومنے کی اِجازت دی یعنی اسے کھایا۔[4] تو یوں سرکار کے مچھلی کھانے کا مجھے پتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور رِوایت یاد نہیں اس لیے جب تک کنفرم نہ ہو جائے مچھلی کھانے کے بارے میں لفظِ سنَّت نہ کہا جائے بلکہ ثابت کہا جائے۔[5]

کیا کھجور کے ساتھ روٹی کھانا سنّت ہے؟

سُوال: کیا کھجور اور روٹی سے سحری کرنا سنَّت ہے اور اس کے ساتھ چائے پی سکتے ہیں؟

جواب: کھجور سے سحری کرنا سنَّت ہے یعنی کھجور سے سحری کرنے کی حدیثِ پاک میں پذیرائی کی گئی ہے۔[6] روٹی کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھانا بھی سنَّت ہے جیسا کہ سیرتِ مصطفٰی صفحہ نمبر 586 پر ہے: آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے بکری، دُنبہ، بھیڑ، اونٹ، گورخر، خرگوش، مُرغ، بٹیر اور مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ اِسی طرح کھجور اور ستو بھی بکثرت تناول فرماتے تھے۔ تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر، کھجور کے ساتھ ککڑی ملا کر، روٹی کے ساتھ کھجور بھی کبھی کبھی تناول فرمایا کرتے تھے۔ انگور، انار وغیرہ پھل فروٹ بھی کھایا کرتے تھے۔ فیضانِ رمضان صفحہ 117 پر ہے: مکھن کے ساتھ کھجور کھانا بھی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے ثابت ہے۔[7] اس تحریر کے تحت ان چیزوں کو سنَّت کہنے میں حرج نہیں یہ سُنَنِ زَوائد میں سے ہیں، البتہ یہ نہ کہا جائے کہ کھجور اور روٹی سے سحری کرنا سنَّت ہے۔ یاد رہے! ایک آدھ بار کوئی عمل سرکار نے فرمایا ہو تو اس کو سنَّت نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں! کوئی ایسا عمل ہے جو بار بار کیا ہو جیسے سرکار کھجور کے ساتھ ککڑی ملا کر تناول فرمایا کرتے تھے اس کا مطلب ہے کئی بار ایسا ہوا ہے تو اس کو سنَّت کہا جائے گا۔[8]

سبزی کھانے میں حکمت

سُوال: بارہا دیکھا گیا ہے کہ آپ کھانے میں سبزی بِالْخُصُوص کدُّو شریف اِستعمال فرماتے ہیں اِس میں کیا حِکمت ہے ؟

جواب: سبزی کو پسند کرنے میں ایک حِکمت تو یہ ہے کہ جس دَستر خوان پر سبزی موجود ہو فرشتے اس دَستر خوان پر حاضِر ہوتے ہیں جیسا کہ حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: بے شک اُس دَستر خوان پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں جس پر سبزی موجود ہو۔[9] اور جو چیز میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو محبوب ہو، میں اسے کیوں محبوب نہ رکھوں! محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ہر سُنَّت و ادا کو محبوب رکھیں اور آپ کی پسند کو اپنی پسند بنائیں جس طرح صحابۂ کِرام و اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے محبوب آقا کی پیاری پیاری اَداؤں کو حرزِ جان بنالیا۔ چُنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک خَیّاط (درزی) نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو مَدعُو کیا تو میں بھی ساتھ چلا گیا، اُس نے جَو شریف کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدُّو شریف اور خُشک گوشت کی بوٹیاں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پیالے کے کِناروں سے کدُّو شریف ڈھونڈ کر تَناوُل فرمارہے تھے۔ اس دِن کے بعد میں ہمیشہ کدُّو شریف پسند کرنے لگا۔[10]

مذکورہ حدیثِ پاک کی شَرح

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پیالے کے ہر طرف سے کدُّو کے ٹکڑے اُٹھا کر تناوُل فرمارہے تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ کو کدُّو شریف مَرغُوب تھا۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب مَخدوم و خادم ایک پیالے سے کھائیں تو مَخدوم (آقا) ہر طرف سے کھا سکتا ہے اور وہ جو حدیثِ پاک میں فرمایا: كُلْ مِمَّا يَلَيْكَ یعنی اپنے سامنے سے کھاؤ! وہاں چھوٹوں یا برابر والوں سے خطاب ہے۔ لہٰذا یہ حدیثِ پاک اس کے خلاف نہیں۔ صاحبِ مِرقات نے فرمایا کہ جب ایک شریک کے ہر طرف ہاتھ ڈالنے سے دوسرے شُرکائے طَعام نَفرت (گِھن) کریں تب یہ حکم ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے ہاتھ شریف سے چیز لگ کر تبرُّک بن جاتی ہے۔ بعض حضرات صحابہ کرام رَضِیَ اللہ عنہم نے تو حضور کا پیشاب بلکہ خون بھی تبرُّکاً پیا ہے۔ لہٰذا حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا حکم دوسرا ہے۔ بہر حال یہ حدیث بہت واضح ہے۔ بعض رِوایات میں ہے کہ حضرت انس رَضِیَ اللہ عنہ بھی کدُّو شریف کے ٹکڑے تلاش کر کے حضورِ انور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے سامنے پیش کرنے لگے۔[11]

جَذبۂ عشقِ رَسُول

اسی ضِمن میں قاضی القضاۃ اِمام ابویُوسف رحمۃ اللہ علیہ (شاگردِ امامِ اعظم ابو حنیفہ) کی اِیمان اَفروز حکایت مُلاحظہ کیجیے، چُنانچہ جب آپ کے سامنے اس رِوایت کاذِکر آیا کہ ”حضور پُرنور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کدُّو شریف پسند فرماتے تھے“ تو مجلس میں سے ایک شخص نے کہا: لیکن مجھے پسند نہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت امام ابویُوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: جَدِّدِ الْاِسْلَامَ وَاِلَّا قَتَلْتُكَ نئے سِرے سے مسلمان ہو ورنہ میں تجھے قتل کر دُوں گا۔[12]

کدُّو شریف کو ناپسند کرنا کب کُفر ہے؟

اگر مَعَاذَ اللہ کسی کو اِس حیثیت سے کدُّو شریف ناپسند ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو یہ پسند تھا تو یہ کُفر ہے۔ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسی کے اس کہنے پر کہ حضور کو کدُّو پسند تھا کوئی یہ کہے: مجھے پسند نہیں! تو بعض عُلَما کے نزدیک کافر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر اس حیثیت سے اُسے ناپسند ہے کہ حضور کو پسند تھا تو کافر ہے۔[13] ہاں! اگر اس طرح کی صورتِ حال نہ ہو اور کسی کا نفس کدُّو شریف کو پسند نہیں کرتا اِس بنا پر اگر کوئی کہتا ہے کہ مجھے کدُّو پسند نہیں یا مجھے کدُّو نہیں بھاتا تو اُس پر حکمِ کُفر نہیں۔[14]

---

(1) سبل الہدیٰ والرشاد، 7 / 361 (2) بخاری، 3 / 128، حدیث: 4362 (3) فتاویٰ رضویہ، 8 / 108 (4) مسلم، ص 824، حدیث: 4998 (5) ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 3 / 17 (6) ابو داود، 2 / 442، حدیث: 2345 (7) ابنِ ماجہ، 4 / 41، حدیث: 3334 (8) ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 2 / 409 (9) احیاء العلوم، 2 / 22 (10) مسلم، ص 869، حدیث: 5325 (11) مراۃ المناجیح، 6 / 18 ماخوذاً (12) شرح الشفا للقاری، 2 / 51 (13) بہارِ شریعت، 3 / 463، حصہ: 9 (14) ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1 / 25 تا 27

اُمِّ میلاد عطاریہ*
* نگرانِ عالمی مجلس مشاورت
(دعوتِ اسلامی)
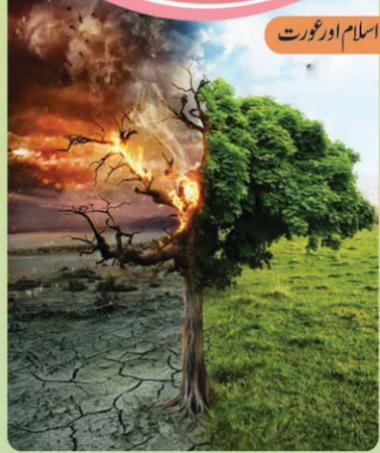
اچھے اور بُرے کا اسلامی معیار

اچھائی، بُرائی اور کامیابی و ناکامی کا مِعْیار رنگ رُوپ، نسل و نسب اور مال و دولت وغیرہ نہیں بلکہ اس کا معیار تقویٰ ہے، اچھائی کیا ہے؟ بُرائی کیا ہے؟ یہ بات ہم عقل سے طے نہیں کر سکتے، اچھائی بُرائی کا مِعْیار شریعت ہے، جس کو اللہ پاک اور اس کے پیارے محبوب صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم اچھا فرمائیں، وہ اچھا، جسے اللہ اور اس کا رسول بُرا کہیں وہ یقیناً بُرا ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ(۱۳)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔[1]

آج کل ہمارے ہاں اچھائی بُرائی کے مِعْیار بدل گئے ہیں ❁ کوئی کیسے کپڑے پہنتی ہے؟ ❁ اس کا نسب کیسا ہے؟ ❁ کتنی پڑھی لکھی ہے؟ ❁ انگلش کیسی بول لیتی ہے؟ ❁ گاڑی کیسی رکھی ہوئی ہے؟ وغیرہ اس طرح کی چیزوں سے کسی کے اچھا یا بُرا ہونے کی پہچان کی جاتی ہے۔ حالانکہ اچھائی بُرائی کا مِعْیار یہ چیزیں نہیں بلکہ اچھائی بُرائی کا مِعْیار انسان کا کردار ہے، کوئی اچھا ہے یا بُرا ہے، اس کا فیصلہ اللہ پاک اور اس کے پیارے محبوب صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم فرمائیں گے، اس کے لئے ہمیں اپنے آپ کو شریعت کے آئینے میں دیکھنا ہوگا، قراٰن و حدیث کی روشنی میں اپنے کاموں اور باتوں کا جائزہ لینا ہوگا۔

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے جہاں اچھے لوگوں کی خوبیاں بیان کی ہیں وہیں برے اور ناپسندیدہ لوگوں کی بھی پہچان بتادی ہے تاکہ ان برائیوں سے بچا جائے اور ایسے لوگ جن میں یہ باتیں پائی جائیں ان سے بھی دور رہا جائے۔ ایک شخص نے حضور پر نور صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم سے دریافت کیا کہ لوگوں میں سے کون سا شخص بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور اس کا عمل اچھا ہو۔ عرض کیا گیا: اور بدتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور عمل خراب ہوں۔[2]

اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ پاک یاد آجائے اور بدترین بندے چغلی کھانے والے، دوستوں کے درمیان

جدائی ڈالنے والے اور بے عیب لوگوں کی خامیاں نکالنے والے ہیں۔[3]

اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: تَجِدُ مِنْ شَرِّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللهِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَيَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ یعنی تم قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں لوگوں میں بدترین دو منہ والے کو پاؤ گے، جو اِن کے پاس اور منہ سے جائے اور اُن کے پاس اور منہ سے۔[4]

یہاں حقیقی دو منہ والا انسان مراد نہیں بلکہ وہ آدمی مراد ہے جو سامنے تعریف کرے پیچھے بُرائی یا سامنے دوستی ظاہر کرے پیچھے دشمنی یا دو لڑے ہوئے آدمیوں کے پاس جائے اِس سے ملے تو اِس کی سی کہے دوسرے سے ملے تو اُس کی سی کہے، ہر ایک کا ظاہری دوست بنے۔[5]

اوپر ذکر کردہ آیات و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اچھائی اور بُرائی کا اسلامی معیار کیا ہے!

اچھا ہونے کا اسلامی معیار تقویٰ پرہیزگاری، حق سننا، سمجھنا اور ماننا، اچھے اور نیک اعمال کرنا ہے۔

جب کہ دوسروں کے عیب نکالنا، چغلیاں کرنا، لگائی بجھائی میں مصروف رہنا، اختلافات ڈلوانا، دورنگی اپنانا اسلام میں برا کردار شمار کیا گیا ہے۔

---

(1) پ26، الحجرات:13 (2) ترمذی،4/148، حدیث:2337 (3) مسند احمد،6/291، حدیث:18020 (4) بخاری،4/115، حدیث:6058 (5) مراٰۃ المناجیح،6/468 ملخصاً

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی فضیل رضا عطاری* * دار الافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ (1) کیا دنیا کے میاں بیوی جنت میں ایک ساتھ ہوں گے؟ (2) مطلقہ عورت جنت میں کس کے ساتھ رہے گی؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(1) جو دنیا میں میاں بیوی تھے، جنت میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے بشرطیکہ وہ دونوں جنتی ہوں اور بیوی نے شوہر کے مرنے کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کیا ہو۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ شریف میں حدیثِ پاک نقل فرماتے ہیں "قالت أم سلمة بلغني أنه ليس امرأة يموت زوجها وهو من أهل الجنة وهي من أهل الجنة ثم لم تزوج بعده إلا جمع الله بينهما في الجنة"یعنی: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور مرد و عورت دونوں جنتی ہوں پھر عورت کسی اور سے شادی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع فرمائے گا۔" (فتاویٰ رضویہ،12/303)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں: عورت کہ نکاحِ ثانی نہ کرے

روزِ قیامت اپنے شوہر کو ملے گی جبکہ دونوں نے ایمان پر وفات پائی ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، 25/579)

عورت کے اگر ایک سے زائد نکاح ہوئے ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) عورت جس کے نکاح میں انتقال کرے گی اسی کے ساتھ جنت میں ہوگی بشرطیکہ دونوں جنتی ہوں چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے "وعن سعيد بن المسيب أنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين سئل عن المرأة يكون لها الزوجان في الدنيا لأيهما تكون في الآخرة؟ فقال المرأة للأخير یعنی حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم سے جب پوچھا گیا کہ ایک عورت کے اگر دنیا میں دو نکاح ہوئے ہوں تو وہ آخرت میں کس کے ساتھ رہے گی؟ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: عورت آخری شوہر کے لئے ہے۔"

(أدب النساء الموسوم بکتاب العنایة والنہایة، ص272)

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ الرَّحمہ فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں: "عورت اگر دوسرا شوہر کرے (یعنی دوسرا نکاح کرے) تو اگر اس کے نکاح میں مر جائے تو اس دوسرے کو بشرطِ ایمان ملے گی کما فی الحدیث۔"

(فتاویٰ رضویہ، 25/579)

(۲) عورت انتقال کے وقت کسی شوہر کے نکاح میں نہ ہو تو جنت میں اسے اختیار دیا جائے گا کہ ان شوہروں میں سے جسے چاہے پسند کر لے چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے: "عن ام سلمة رضی الله عنها قلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم المراة تزوج الزوجين والثلاثة والاربعة في الدنيا ثم تموت فتدخل الجنة ويدخلون معها من يكون زوجها منهم؟ قال صلی الله علیه وسلم انها تخير فتختار احسنهم خلقا فتقول يا رب ان هذا كان احسنهم خلقا في دار الدنيا فزوجنيه یعنی ام المومنین حضرت سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم بعض عورتیں دنیا میں دو، تین یا چار شوہروں سے (یکے بعد دیگرے) شادی کرتی ہیں پھر مرنے کے بعد وہ جنت میں اکٹھے ہوں تو وہ عورت کس شوہر کے لیے ہوگی؟ ارشاد فرمایا: اسے اختیار دیا جائے گا اور جس خاوند کا اخلاق دنیا میں سب سے اچھا ہو گا وہ اس کو اختیار کرے گی وہ کہے گی اے میرے رب عزوجل میرے اس خاوند کا اخلاق دنیا میں سب سے اچھا تھا لہٰذا اس کے ساتھ میرا نکاح فرمادے۔" (فتاویٰ حدیثیہ، 1/49)

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ الرَّحمہ فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں: "غرض (عورت) کسی شوہر کے نکاح میں نہ مری تو اسے روزِ قیامت اختیار دیا جائے گا کہ ان شوہروں میں جسے چاہے پسند کر لے وہ اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ زیادہ نیک سلوک سے معاشرت کرتا تھا۔"

(فتاویٰ رضویہ، 25/579)

2 مطلقہ جس نے ایک بار ہی نکاح کیا یا کنواری یا اس کا شوہر جنتی نہ ہوگا تو ایسی جنتی عورت کا نکاح جنتی مرد کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث پاک ہے: "ما في الجنة اعزب یعنی جنت میں کوئی غیر شادی شدہ نہ ہوگا۔"

(مسلم، ص1164، حدیث:7147)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

بچوں کی بہتر نیند سے متعلق احتیاطیں (قسط12)

بنتِ محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی
اکنامکس گولڈ میڈلسٹ
(بحریہ ٹاؤن راولپنڈی)

اچھی نیند اچھی صحت اور بہتر شخصیت کے لئے نہایت اہم ہے۔ جب نیند پوری ہو گی تو بچہ ہو یا بڑا ہشاش بشاش اور مضبوط و تندرست ہو گا۔ چنانچہ نیند کا پورا ہونا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔ پھر وہ بچہ ہو یا بڑا اگر نیند پوری نہ ہو تو چڑچڑا اور ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی چھوٹے بچے بھی نیند پوری نہ ہونے کی صورت میں چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کی نیند اور بھرپور نشوونما کے لیے ان کو وقت پر سلانا لازمی ہے۔ کیونکہ ماہرین کے مطابق دودھ پیتے بچے جس حد تک بھرپور اور پرسکون نیند لیتے ہیں ان کی صحت بھی اچھی ہوتی ہے۔ اس موضوع پر ایک تحقیق کی گئی جس میں بچوں میں سونے جاگنے کے اوقات پر نظر رکھنے کے لئے انہیں ہلکی پھلکی اسمارٹ گھڑیاں پہنائی گئیں اور ساتھ ہی والدین کو بھی ان کی سونے اور اٹھنے کے اوقات کے حوالے سے نوٹ کرنے کا کہا گیا۔ اس دوران دیکھا گیا کہ جن بچوں نے شام 7 بجے سے صبح 8 بجے کے درمیان سکون کی نیند لی تو ان کا آئندہ دو سے تین سال میں وزن معمول کے قریب رہا جبکہ شام سے صبح تک کے ان مخصوص اوقات میں ہر ایک گھنٹے کی اضافی نیند کے نتیجے میں دودھ پیتے بچوں کے لئے موٹاپے کا امکان 26 فیصد کم ہوا۔

بچوں کی نیند کا دورانیہ: بچوں کی نیند کی مقدار کا دار و مدار مختلف چیزوں پر ہوتا ہے جن میں بچے کی عمر بھی شامل ہے۔ چنانچہ چار ماہ تک کی عمر کے بچے کو دن رات میں 15 سے 16 گھنٹے سونا چاہیے۔ پیدائش کے فوراً بعد بچہ دن میں 20 گھنٹے تک سوتا ہے۔ لیکن وہ مسلسل نہیں سوتا بلکہ مختلف وقفوں سے سوتا جاگتا ہے۔ کیونکہ اس کی نیند میں دن رات کی تمیز نہیں ہوتی۔ چھ ہفتوں کے بعد بچے کی نیند میں کچھ توازن پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور اس میں ایک قاعدہ نظر آنے لگتا ہے۔ اس دوران بچے مسلسل چار سے چھ گھنٹے کے لیے بھی سو لیتے ہیں۔ ان میں دن اور رات کی پہچان پیدا ہونے لگتی ہے اور وہ سورج ڈھلنے کے ساتھ سونے لگتے ہیں۔ اگر 4 سے 12 ماہ کی عمر کے بچے دن رات میں 15 گھنٹے تک سوئیں تو اچھا ہے لیکن گیارہ ماہ تک وہ 12 گھنٹے تک سونا شروع کر دیتے ہیں۔

بچوں کی پرسکون نیند کے لئے چند طریقے اور احتیاطیں

بچہ نیند پوری لے تو اس کی صحت ٹھیک رہتی ہے۔ کچھ بچے شروع کے چند مہینے اچھا سوتے ہیں اور پھر سونے کے لئے تنگ کرتے ہیں۔ جبکہ بعض بچے شروع کے چند مہینے تنگ کرتے ہیں، پھر روٹین پر آ جاتے ہیں۔ لہٰذا بچے کی ماں یا پھر وہ فرد جو بچے کو سلاتا ہے وہ اس بات کا خیال رکھے کہ بچے کی نیند پوری ہو رہی ہے کہ نہیں! کیونکہ آج کل کے بچے سونے کے وقت سوتے نہیں بلکہ سونے کا ڈرامہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی نیند پوری نہیں ہوتی۔ اس لیے اس بات کو یقینی بنائیے کہ بچہ واقعی سویا ہے یا نہیں! اگر بچہ واقعی وقت پر سو جاتا ہے تو وہ آئندہ بھی خود ہی وقت پر فوراً سونے کا عادی ہو جائے گا۔ بچوں کو وقت پر سونے کا عادی بنانے اور ان کی نیند کو پرسکون بنانے کے لئے ان چند باتوں کا خیال رکھئے:

- بچے کو سُلانے کا ایک خاص وقت مُقرّر کر دیا جائے تاکہ

اس وقت میں سونا اس کا معمول بن جائے۔

- چھوٹے بچوں کو چونکہ دن یا رات کا فرق معلوم نہیں ہوتا، اس لیے اس بات کو یقینی بنائیے کہ گھر میں سورج کی روشنی اس حد تک آتی ہو کہ بچہ محسوس کرے کہ صبح ہو گئی ہے اور اسی طرح اندھیرا ہوتے ہی وہ جان جائے کہ اب سونے کا وقت ہو گیا ہے۔ نومولود بچوں کو اس بات کا عادی بنانے کے لئے آپ یوں بھی کر سکتی ہیں کہ کمرے میں نیند والا ماحول بنا دیں یعنی جب لائٹ بند کر کے اندھیرا کریں گی تب بھی بچہ یہی سمجھے گا کہ سونے کا وقت ہو گیا ہے۔
- بچے کو رات کے وقت پُرسکون نیند کا عادی بنانے کے لئے اگر آپ روز سونے سے پہلے اسے نہلانے کا معمول بنا لیں گی تو بچہ نہانے کے بعد فوراً سمجھ جائے گا کہ سونے کا وقت ہو گیا ہے، لہٰذا وہ سکون سے سو جائے گا۔
- بچے کو ایسی جگہ سلائیے جہاں شور ہو نہ نیند میں کوئی اور رکاوٹ پیدا ہو۔ سوئے ہوئے بچے کے قریب اونچی آواز میں بات کی جائے نہ کمرے کی لائٹ آن کی جائے، بلکہ اگر بچہ بار بار جاگ جاتا ہو تو بھی لائٹ جلانے کے بجائے آہستہ آہستہ تھپکتی رہئے تاکہ وہ دوبارہ سو جائے۔
- بچے کو سلانے سے پہلے اچھی خوراک دیجیے۔ اگر دودھ پیتا بچہ ہے تو اسے پیٹ بھر کر دودھ پلائیے۔ اگر بڑی عمر کا ہے تو اس کی غذا کے مطابق اسے کھانا دیجیے۔ کیونکہ بچے کا پیٹ بھرا ہوا ہو گا تو وہ خود بھی سکون والی نیند سوئے گا اور ماں بھی۔ ایک رپورٹ کے مطابق نومولود بچے راتوں کو خود بھی جاگتے اور والدین کو بھی جگاتے ہیں جو پورے خاندان کے لیے ایک پریشان کن کیفیت ہوتی ہے۔ ماہرین کے مطابق اگر پیدائش کے تین ماہ بعد بچے کو ماں کے دودھ کے ساتھ ساتھ ٹھوس غذا بھی کھلائی جانے لگے تو بچہ گہری نیند سوتا ہے اور اس کے جاگنے کے اوقات میں 50 فیصد تک کمی واقع ہوتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ عمل خود بچے کے لیے کسی نقصان کی وجہ نہیں بنتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹھوس غذا سے بچے کا پیٹ اچھی طرح بھرا رہتا ہے اور وہ گہری نیند سوتا ہے۔ اس کا ثبوت جاننے کے لیے سائنسدانوں نے 2009 میں 1300 ایسے بچوں کو شامل کیا جن کی عمریں تین ماہ تھیں اور سب بچے ماں کا دودھ پی رہے تھے۔ 3 ماہ بعد انہیں 2 گروپس میں تقسیم کیا گیا۔ ایک گروپ میں ماؤں سے کہا گیا کہ وہ بچوں کو دودھ پلانا جاری رکھیں اور دوسرے گروپ کی ماؤں سے کہا کہ اپنے دودھ کے ساتھ اگلے چھ ماہ تک ٹھوس غذا بھی دیں۔ لیکن ماہرین جانتے تھے کہ اتنی چھوٹی عمر میں بچے کو گائے کے دودھ، انڈے اور گندم وغیرہ سے الرجی بھی ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اس بنیاد پر ہر ماہ تمام بچوں کا جائزہ لیا گیا اور یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا۔ ماہرین نے نوٹ کیا کہ چھ ماہ بعد ٹھوس غذا کھلانے سے بچے کی نیند پر کوئی فرق نہیں ہوا لیکن جن بچوں کو تین ماہ کے بعد ہی ٹھوس کھانے دیئے گئے ان کی نیند کا وقفہ بڑھا اور وہ رات کو کم جاگے۔ البتہ ماہرین نے تمام ماؤں سے کہا ہے کہ وہ ٹھوس غذا دینے سے پہلے اپنی ڈاکٹر سے ضرور مشورہ کریں۔
- تھپکی بچوں کو سلانے کا پرانا مگر بہترین طریقہ ہے۔ جدید تحقیق نے بھی یہ بات واضح کر دی ہے کہ نوزائیدہ بچوں کو تھپکنے سے ان کی تکلیف کم ہو جاتی ہے جس سے وہ فوراً نیند کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق ننھے بچوں کو تھپکی دینے کا یہ عمل کسی سائڈ ایفیکٹ کے بغیر درد سے نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔ ماہرین نے تھپکی دینے کے دوران جب بچوں کے دماغ کو جانچا تو پتہ چلا کہ ان کے دماغ نے درد کو 40 فیصد کم محسوس کیا۔ اس تجربے کے دوران بچوں کو تھپکنے کی رفتار تین سینٹی میٹر فی سیکنڈ تھی جبکہ والدین قدرتی طور پر ہی بچوں کو اسی رفتار سے تھپکی دیتے ہیں۔ چنانچہ والدین کی پیار بھری مسلسل تھپکی بچوں

کو سلانے میں جادو کا سا اثر رکھتی ہے۔

- تھپکی کی طرح بچے کو سلاتے وقت اگر لوری بھی دی جائے یعنی سکون بخش آواز میں گنگنا کر اپنی آواز سنائی جائے تو بچہ جلد ہی سو جاتا ہے، یہ طریقہ بھی بچے کو سلانے کے لیے انتہائی کارآمد ہے۔
- بچوں کو سلانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے پیٹ کو سہلائیے اور دیکھیے کہ اگر پیٹ سخت ہو رہا ہے تو کوئی بام یا تیل وغیرہ کی مالش کر دیجئے۔ اگر پیٹ نرم ہے تو زیتون کا تیل لگائیے، اس سے ہاضمے کے مسائل نہیں ہوتے اور بچے نیند میں بے چین نہیں ہوتے۔
- سوتے وقت بچوں کو بار بار دیکھ کر ان کا دھیان اپنی طرف متوجہ کرنے سے بچیئے کہ اس طرح بچے کا دھیان آپ کی طرف ہو جانے کی وجہ سے اس کی نیند اڑ جاتی ہے۔
- کمرے کا درجہ حرارت درمیانہ رکھنے کی کوشش کیجئے تاکہ آپ کا بچہ نہ تو زیادہ گرم ہو اور نہ ہی زیادہ ٹھنڈا، نیز اس بات کو بھی یقینی بنائیے کہ بچے کا بستر آرام دہ ہو۔
- اگر بچہ رو رہا ہو تو اسے گود میں اٹھا کر 5 منٹ تک چہل قدمی کیجئے اور پھر 8 منٹ تک اسے کندھے سے لگا کر بیٹھ جائیے، وہ 13 منٹ میں میٹھی نیند سو جائے گا، مگر بچے کے سونے کے بعد بھی کچھ وقت تک اس کو کندھے سے لگا کر رکھئے اور اس کے بعد بستر پر منتقل کر دیجئے تاکہ اتنی دیر میں بچے کی نیند گہری ہو جائے اور وہ پُرسکون رہے۔

نہ سونے کی وجوہات

اکثر ماؤں کو یہ شکایت رہتی ہے کہ بچہ رات بھر سوتا نہیں یا نیند بہت کم ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

○ جاگتے رہنا ہی بچے کا معمول بن چکا ہو تو بہتر ہے کہ کسی اچھی چائلڈ اسپیشلسٹ سے رابطہ کیجئے۔

○ اگر بچہ معمول سے ہٹ کر رات بھر نہ سو رہا ہو تو اسے پیٹ کا کوئی مسئلہ ہو سکتا ہے جیسے گیس، قبض وغیرہ یا پھر اس کا ڈائپر تبدیل کرنے کی ضرورت ہو سکتی ہے۔

○ بچے کے نہ سونے کی ایک وجہ اس کا بھوکا ہونا بھی ہے۔

بچوں کو سُلانے کی دوا دینا

بچوں کی کم نیند، نہ سونا، رات بھر جاگنا جیسے مسئلے کا سامنا تقریباً ہر ماں کو کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ بچہ جیسے جیسے بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی عادتیں، طبیعت اور مزاج میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ اس طرح اس کی سونے کی روٹین بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ حل نہیں ہے کہ بچے کو نیند کی دوا دے دی جائے۔ نیند کی دوا بچے کی دماغی اور جسمانی صحت کو بُری طرح متاثر کر سکتی ہے۔ بچہ دن بھر نڈھال اور بے جان سا رہتا ہے اور مسلسل نیند کی دوا دینے سے بچہ اس کا عادی بھی ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ جسمانی نقصان کے سوا کچھ نہیں۔ البتہ !ختنہ کرنے کے بعد بعض ڈاکٹرز بچے کو نیند کی دوا دیتے ہیں صرف اس لئے کہ بچہ سویا رہے اور درد کی تکلیف محسوس نہ ہو۔ لیکن اس عمل کو معمول بنا لینا بچے کی صحت کی تباہی کا سبب ہے۔

البتہ ! کئی نباتاتی تیل اپنی سکون بخش خوشبوؤں کی وجہ سے جانے جاتے ہیں، لہٰذا اگر آپ لونڈر (Lavender) نامی عطر کی ایک یا دو بوندیں ایسی جگہ پر گرا دیں جو بچے کے بستر سے قریب ہو تو وہ جلد سو جائے گا اور اس کی صحت پر بھی کوئی منفی اثر نہیں پیدا ہو گا، کیونکہ لیونڈر نامی پھول کی مہک ذہن اور جسم کو فوری طور پر سکون کا احساس پہنچاتی ہے، خاص طور پر بے خوابی کے افراد کیلئے تو یہ بہت فائدہ مند ہے۔ ایک تحقیق میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ جامنی رنگ کے ان پھولوں کی خوشبو نیند کے مسائل کیلئے انتہائی موثر ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح مالش بھی ایک آرام دہ چیز ہے، اس لیے چند منٹ کی مالش سے بچوں کو سکون کی نیند آتی ہے اور وہ سو جاتے ہیں۔ بعض خواتین کے نزدیک لہسن کا ایک جوا بچوں کے تکیے کے پاس اس طرح رکھنا بھی مفید ہوتا ہے کہ ان کی نظر نہ پڑے، اس سے بھی بچوں کو اچھی اور پُرسکون نیند آتی ہے۔

سیدہ خدیجہ کا اسلامی تعلیمات پر عمل (قسط 7)

اسلام سے پہلے عربوں کی حالت

عرب چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی اولاد اور دین حنیف کے ماننے والے تھے، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت فرمانے کے وقت عربوں کی مذہب و شریعت پر عمل کے حوالے سے حالت کا جائزہ لیا جائے تو اس کی صورت کچھ یوں سامنے آتی ہے کہ وہ لوگ ☆نبیوں کو مانتے تھے ☆اعمال کی سزا و ثواب کو مانتے تھے ☆یہ بھی مانتے تھے کہ آسمان و زمین وغیرہ کا پیدا کرنے والا اللہ پاک ہے اور اس معاملے میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ☆وہ آخرت، فرشتوں اور تقدیر وغیرہ کو بھی مانتے تھے ☆ان کا پکا یقین تھا کہ اللہ پاک ہی اپنے بندوں کو احکام کا پابند کرتا ہے ☆چیزوں کو حلال و حرام بھی وہی کرتا ہے ☆اچھے اعمال پر اچھا بدلہ اور بُرے اعمال پر بُرا بدلہ عطا فرماتا ہے ☆نیز وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انسان کا کمال اسی میں ہے کہ وہ اپنے ایک پروردگار کی عاجزی کے ساتھ عبادت کرے ☆عبادت میں پاکی اور غسلِ جنابت سے بھی وہ لوگ خوب آگاہ تھے ☆ختنہ اور دیگر فطری اوصاف کا بھی وہ خوب اہتمام کرتے تھے۔[1]

وہ فطری اوصاف 10 ہیں: (یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا) مونچھیں کترنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، اُنگلیوں کی چُنٹیں دھونا، بغل کے بال دور کرنا، موئے زیرِ ناف صاف کرنا، استنجا اور کُلّی کرنا۔[2]

شاہ وَلِیُّ اللہ رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ☆عرب والے وضو بھی کیا کرتے تھے اور نماز بھی پڑھا کرتے تھے، مثلاً حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہُ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ وہ حضور کی خدمت میں حاضری سے تین سال پہلے نماز پڑھا کرتے تھے ☆سجدۂ تعظیمی، دیگر دعائیں اور اذکار بھی عربوں میں عام تھے ☆وہ زکوٰۃ کو بھی جانتے تھے اور اس کی صورتیں ان کے ہاں کچھ یوں تھیں: مہمان نوازی، مسافروں کی مدد، بال بچوں کا خرچہ، مسکینوں پر صدقہ، رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک اور حق داروں کے حقوق دلانے کے لئے ان کی مدد وغیرہ کرنا۔ اس کی تصدیق پہلی وحی آنے کے وقت سیدہ خدیجہ کے حضور سے عرض کئے گئے تسلی بھرے جملوں سے بھی ہوتی ہے کہ حضور کا اسلام سے پہلے بھی ان باتوں پر عمل تھا ☆قریش عاشورا کا روزہ بھی رکھتے تھے ☆یہاں تک کہ اعتکاف بھی کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہُ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے زمانۂ جاہلیت میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر ماننے کے متعلق پوچھا کہ اب وہ کیا کریں؟ ☆اسی طرح سے عربوں کا حج کرنا، شعائر اللہ اور حُرمت والے مہینوں کی تعظیم کرنا بھی کسی سے چُھپا ہوا نہیں ☆اس کے علاوہ ان لوگوں میں کھانے پینے، لباس و پوشاک، ولیموں، دعوتوں، عیدوں، میلوں، مردوں کو دفن کرنے، نکاح، شادی، طلاق، عدت، سوگ، لین دین اور دیگر معاملات میں بہتر طریقے موجود تھے، جو ان کی پابندی نہیں کرتا تھا وہ قابلِ ملامت سمجھا جاتا تھا ☆وہ اپنی محرم

عورتوں کا لحاظ رکھتے تھے ☆ظلم پر سزائیں مثلاً قصاص، دیت اور جان کا معاوضہ بھی ان میں موجود تھا۔[3]

قریش ان سب باتوں کو جانتے تھے، مگر بدکاری، لوٹ مار، زنا اور سود کی بھرمار میں دینِ ابراہیمی کی اصل شکل کافی حد تک تبدیل ہو چکی تھی، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السّلام کے دین میں پیدا ہو جانے والی خامیوں کو دور کرنے اور ان میں پیدا شدہ تبدیلیوں کو درست کرنے کے لئے ہی بھیجا گیا تھا، لہٰذا آپ نے حضرت اسماعیل کی شریعت میں غور کیا اور جو طریقے اور باتیں درست تھیں، انہیں برقرار رکھا اور جن طریقوں اور باتوں میں تبدیلی پیدا کر دی گئی تھی یا ان میں خرابیاں آگئی تھیں ان سب کو درست کیا، جو چیزیں باطل تھیں انہیں ختم کیا۔ نیز غلط باتوں اور رسموں سے بھی منع کیا۔[4]

سیدہ خدیجہ کا اسلامی تعلیمات پر عمل

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح نظر آتی ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے اعلانِ نبوت فرمانے اور اسلامی تعلیمات بیان کرنے سے پہلے ہی گویا اسلامی احکام پر خوب عمل کرنے والی تھیں، کیونکہ آپ جہاں آسمانی کتابوں کا علم رکھتی تھیں۔[5] یعنی اللہ پاک نے اپنی کتابوں میں لوگوں کی ہدایت کے لئے جو احکامات نازل فرمائے تھے، انہیں اچھی طرح جانتی تھیں تو دوسری طرف قریش کی ایک عزت دار اور عقل مند خاتون ہونے کے ناطے دینِ ابراہیمی کو بھی جانتی تھیں، چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے پہلی وحی کے نزول پر گھر آکر اپنی گھبراہٹ کا اظہار کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے جس انداز میں حضور کو تسلی دی، اس سے گویا ثابت ہوتا ہے کہ آپ پہلے سے یہ جانتی تھیں کہ یہ وقت ضرور آئے گا، یہی وجہ ہے کہ حضور کو فوراً اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس مزید تسلی کے لیے لے گئیں اور کسی اور کے پاس نہ گئیں۔ نیز اس موقع پر آپ کے کلمات بھی دینِ ابراہیمی کی تعلیمات کی عکاسی کرنے والے ہیں، جو اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ آپ دینِ ابراہیمی کو جانتی تھیں اور آپ کے گھرانے میں اس پر عمل بھی کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علما کا اس بات پر اتّفاق ہے کہ جب حضور قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ[6] کے خطاب سے نوازے گئے اور پھر جب آپ کو حکم دیا گیا: بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ[7] تو آپ کی دعوت پر جس ہستی نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کرنے کا شرف حاصل کیا وہ حضرت خدیجہ ہی تھیں۔[8] اسلام لانے کے بعد آپ نے اسلامی تعلیمات پر عمل کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ بلاشبہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے قرآنِ کریم سنا۔ نیز حضور آپ کو اس چشمہ پر لے گئے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قدم مبارک کی برکت سے غارِ حرا کے نزدیک پیدا ہو گیا تھا اور حضور نے وضو کرنے کا جو طریقہ حضرت جبرائیل سے سیکھا تھا وہ سیدہ خدیجہ کو بھی سکھا دیا۔[9] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اوّل بار جس وقت وحی اُتری اور نبوتِ کریمہ ظاہر ہوئی اُسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریلِ امین نماز پڑھی اور اُسی دن بہ تعلیمِ اقدس حضرت اُمّ المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المومنین علی مرتضیٰ نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورۂ مزمل نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔[10] مرقاۃ میں ہے: سیدہ خدیجہ بہت روزہ دار اور تہجد گزار تھیں۔[11] عمدۃ القاری میں ہے: آپ عالمہ، فاضلہ اور شریعت کی پابندی کرنے والی خاتون تھیں۔[12] اللہ پاک ہم سب کو اُمُّ المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

1 حجۃ اللہ البالغہ، 1/360 تا 367 2 مسلم، ص125، حدیث: 261 3 حجۃ اللہ البالغہ، 1/367 تا 370 4 حجۃ اللہ البالغہ، 1/361 5 مراٰۃ المناجیح، 8/97 6 ترجمہ کنز العرفان: کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ۔ (پ29، المدثر: 2) 7 ترجمہ کنز العرفان: جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرما دیں۔ (پ6، المائدۃ: 67) 8 معارج النبوۃ مترجم، 2/223 9 معارج النبوۃ مترجم، 2/223 ملخصاً 10 فتاویٰ رضویہ، 5/83 11 مرقاۃ المفاتیح، 10/556، تحت الحدیث: 618 1 عمدۃ القاری، 11/532، تحت الحدیث: 3818

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

شکایت کی پٹی!!!

ایک شخص نے درد کے سبب سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے دیکھ کر پوچھا: تمہاری عمر کتنی ہے؟ کہا: 30 سال۔ فرمایا: 30 سال میں تم نے کبھی صحت مندی کے شکرانے کی پٹی تو باندھی نہیں، ایک دن کے لئے درد آیا تو شکایت کی پٹی باندھ لی![1]

اس واقعے میں سیدہ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں شکرِ الٰہی کرنے کے ساتھ ساتھ گویا ہر اس عمل سے رکنے کا درس دیا ہے جس کے سبب نعمتوں کی ناشکری کا اظہار ہوتا ہو۔ واقعی بہت سی نعمتیں جب ہمارے پاس موجود ہوتی ہیں تو ان کے شکر کی طرف ہماری توجہ بہت ہی کم جاتی ہے لیکن جب وہ نہ رہیں تو بہت زور و شور اور مختلف انداز سے ناشکری کا اظہار کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان نعمتوں پر شکر ادا کرنا تو دور کی بات ہے ہمیں تو ان کے نعمت ہونے کا احساس بھی نہیں ہوتا اور ہم ہر وقت پریشانیوں ہی کے بارے میں سوچ سوچ کر ٹینشن اور ڈپریشن میں مبتلا رہ کر اپنے مسائل میں مزید اضافہ کر لیتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دوسروں سے بھی اپنی تکلیفوں کا تذکرہ کرتی اور روتی رہتی ہیں جس سے دوسرے بھی تنگ آجاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں مصیبتوں پر بھی شکر ہی ادا کرنا چاہیے کہ اللہ پاک نے اس سے بڑی مصیبت سے محفوظ رکھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بدلے میں کوئی دینی مصیبت دور کر دی گئی ہو! مثلاً چوری ہو جائے تو اس پر شکر ادا کیجئے کہ ایمان جیسی قیمتی دولت شیطان جیسے چور سے محفوظ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت میں ملنے والی کوئی سزا دنیا ہی میں دے دی گئی ہو اور آخرت میں اس کی سزا نہ دی جائے۔ یہ مصیبت و تکلیف تو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی تھی جو پہنچنی ہی تھی، جب پہنچ گئی تو اس کے کُل یا بعض سے نجات مل گئی اور یہ بھی شکر کی بات ہے۔ مصیبتوں کے سبب دل دنیا سے اچاٹ ہو کر نیکیوں کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور یہ ایک عظیم نعمت ہے۔[2]

اگر ہم اپنے پاس موجود نعمتوں کی فہرست بنائیں مثلاً اعضا کی سلامتی، رہنے کے لئے گھر، کھانے کے لئے غذا، بدن چھپانے کیلئے لباس، صحت و تندرستی وغیرہ وغیرہ تو ایسی بے شمار نعمتیں ہوں گی جو بظاہر عام سی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگر ایک لمحے کے لئے ہی ان کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور کیا جائے تو ان کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور سچ تو یہ ہے کہ ان کی اصل اہمیت اسی وقت پتہ چلتی ہے جب یہ نہ ہوں۔ لہٰذا ایسا وقت آنے سے پہلے ہی شکر ادا کرنے کی عادت بنائیے کہ شکر سے نہ صرف نعمتیں محفوظ ہو جاتی ہیں بلکہ ان میں اضافہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (پ13، ابراھیم:7) ترجمہ کنز العرفان: اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ عطا کروں گا۔[3]

یاد رہے! اللہ پاک کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔ مراد یہ ہے کہ دل و اعتقاد میں نعمت کی نسبت اللہ پاک کی طرف کرے کہ مجھے یہ نعمت اللہ پاک نے عطا فرمائی ہے اور اسے اللہ پاک کی نافرمانی میں خرچ نہ کرے (یعنی اعضا، صحت و تندرستی اور مال و خوبصورتی وغیرہ نعمتوں کو گناہوں میں استعمال نہ کرے۔)[4]

اللہ پاک ہمیں اپنا شکر ادا کرنے اور ناشکری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تذکرۃ الاولیاء، 1/ 72 2 احیاء العلوم، 4/ 377 تا 382 مفہوماً 3 تفسیر خزائن العرفان، ص 57 4 نجات دلانے والے اعمال کی معلومات، ص 35 مفہوماً

منگنی

(چوتھی اور آخری قسط)

مخلوط تقریب: اگر دو خاندانوں کے درمیان شادی کی بات پکی کرنے کے لئے مل بیٹھنے کو منگنی کی رسم کہا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن اب منگنی اسی کا نام نہیں رہی بلکہ یہ ایک ایسی رسم بن چکی ہے جس کے لئے باقاعدہ طور پر الگ سے ایک تقریب رکھی جاتی ہے جس میں تمام رشتے داروں، دوست احباب اور محلے داروں کو دعوت دی جاتی ہے، پھر منگنی والے دن محرم و غیر محرم خواتین و حضرات خوب سج دھج کر اکٹھے ہوتے ہیں اور ادھر لڑکی اور لڑکا بھی دلہا و دلہن کے روپ میں ایک ہی اسٹیج پر ایک دوسرے کے برابر بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی و غیر محرم کی حیثیت رکھتے ہیں، پھر لڑکی و لڑکے کے خاندان والے اور دوست احباب مل کر بہت سے غیر شرعی کام کرکے شرم وحیا کا جنازہ نکالتے ہیں، مثلاً اس موقع پر پردے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا اور اگر کوئی خاتون اسلامی روایات کا خیال رکھتی ہوئی نظر آجائے تو اسے بھی تنقید کا نشانہ بنا کر جانے و انجانے میں اسلامی تعلیمات کا کھلم کھلا خوب مذاق اڑایا جاتا ہے۔ کیمرہ مین نامحرم خواتین کی تصاویر و مووی بنانے کے لئے جہاں چاہتا ہے گھستا رہتا ہے اور کوئی بھی اسے روکتا ٹوکتا نہیں، بلکہ خود اس کے لئے آسانیاں فراہم کی جاتی ہیں اور نوجوان لڑکیاں انتہائی اہتمام کے ساتھ سرِ عام مختلف زاویوں سے تصاویر و مووی بنواتی ہیں۔ نفسانی خواہشات کو ابھارنے و بھڑکانے والے عشقیہ وفسقیہ اشعار پر مشتمل موسیقی سے بھرپور گانے چلائے جاتے ہیں جو بسا اوقات بڑے بوڑھوں، بیماروں اور ننھے بچّوں کا آرام و سکون برباد کرنے کا باعث بنتے ہیں، مگر کہا جاتا ہے کہ ایسے مواقع پر یہ سب کچھ تو چلتا ہے اور پھر تقریب میں شریک بعض نوجوان لڑکے لڑکیاں موسیقی کی دُھن پر ناچتے بھی ہیں بلکہ اب تو ان کے درمیان باقاعدہ ناچنے کا مقابلہ ہوتا ہے اور جس گروپ کی بے ہودگی پر زیادہ تالیاں اور سیٹیاں بجائی جائیں وہ فاتح قرار پاتا ہے۔ ہر طرف مرد و خواتین اور لڑکے لڑکیاں سیلفیاں لیتے اور فوٹو شوٹ میں مگن دکھائی دیتے ہیں، ایک دوسرے کو آزادانہ دیکھنا، بے تکلفی سے بات چیت اور ہنسی مذاق کرنا بھی ایسی تقریبات میں عام ہے، پھر یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ گناہوں بھرے ان لمحات کے ثبوت کی سیلفیاں اور ویڈیوز واٹس ایپ اور سوشل میڈیا کے ذریعے شیئر کرکے دوسرے لوگوں کو بھی گواہ بنایا جاتا ہے کہ وہ بھی دیکھ لیں کہ ہم نے غیرت کا جنازہ کتنی دھوم دھام سے نکالا ہے!

منگنی کے نام پر قائم کی گئی تقریب میں ذکر کی گئی باتیں

تھوڑے بہت فرق کے ساتھ تقریباً ہر جگہ و ہر زمانے میں پائی جاتی رہی ہیں، حالانکہ ان باتوں کی اسلام میں بالکل اجازت نہیں۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ میں ہے: بہت جگہ منگنی وغیرہ کی تقریبوں میں شب کو آپ ڈھول بجاتی ہوئی نکلنے کی رسم ہے ان میں کنواریاں بیاہیاں جوان بڑھیاں سب طرح کی ہوتی ہیں اور بعض بیباکیں تو مردانہ لباس پہن کر تینچے کی جوڑی لگا کر نکلتی سنی گئی ہیں یہاں تک مسموع ہوا کہ بعض اونچے گھروالیاں اسی وضع میں سڑک پر مقتول ملیں والعیاذ باللہ رب العلمین۔(1)

الغرض اگر ہر دور میں علمانے اس موقع پر کی جانے والی ان غلط رسومات کو روکنے کے لئے خوب کوشش کی ہے تو شیطان نے بھی کبھی ہار نہیں مانی اور وہ بھی ہر وقت اپنے چاہنے والوں کو راہِ حق سے بھٹکانے کے لئے تیار رہتا ہے۔ چنانچہ شیطان کو راضی کرنے کے بجائے اپنے رب کریم کو راضی کیجئے۔ اگر منگنی کے موقع پر تقریب کا اہتمام کرنا ضروری ہی ہو تو اس انداز میں کیا جائے کہ مردوں اور عورتوں کا اجتماع نہ ہو بلکہ دونوں کی جگہوں کا الگ الگ انتظام ہو اور ناچ گانے و دیگر غیر شرعی کاموں سے بھی بچا جائے تو دو خاندانوں کا یوں منگنی کے نام پر کسی تقریب کا اہتمام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ! بعض لوگ محرم الحرام میں شہدائے کربلا کے سوگ میں، بعض ماہِ صفر کو منحوس جان کر اور بعض دسمبر کو ڈوبتا ہوا مہینا سمجھ کر ان مہینوں میں منگنی و شادی نہیں کرتے، حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ سال میں کوئی دِن اور کوئی رات ایسی نہیں کہ جس میں شادی کرنا منع ہو سِوائے اس عورت کے جو عِدّت میں ہو کہ وہ شادی نہیں کر سکتی اور اسے صَراحت کے ساتھ نکاح کا پیغام دینا بھی حرام ہے۔(2)

منگنی پر منگنی: بعض لوگ حیلے بہانوں یا جھوٹ و دھوکے بازی سے دوسروں کی منگنی تڑوا دیتے ہیں تاکہ اپنے کسی قریبی کی یا اپنی شادی وہاں کر سکیں۔ یاد رہے! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے: کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام (نکاح) پر پیغام نہ دے لیکن اُس صورت میں کہ اُس نے اجازت دے دی ہو۔(3) یعنی اگر کسی عورت کے کسی جگہ سے پیام و سلام (شادی کے لئے رشتے) آرہے ہیں اور فریقین تقریباً راضی بھی ہو گئے ہیں تو دوسرا شخص پیام دے کر پہلے کا پیام نہ خراب کرے، جب وہاں سے بات چیت ٹوٹ جائے تب پیام دے۔(4)

جب رشتے کی بات چیت چل رہی ہو اور بات پکی بھی نہ ہوئی ہو تو اس رشتے کو خراب کرنے کی غرض سے رشتہ بھیجنا منع ہے تو سوچئے نسبت و رشتہ طے ہو جانے اور منگنی وغیرہ کی رسم بھی ہونے کے بعد کسی کی منگنی تڑوانے کا عمل کس قدر ناپسندیدہ ہو گا!

منگنی ٹوٹ جانے پر ردعمل: منگنی کو پنجابی میں ٹنگنی بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں دونوں فریق انتظار کی سولی پر ٹنگے یعنی لٹکے ہوتے ہیں اور اس انتظار کا آغاز بسا اوقات سہانا اور انجام بڑا ڈراؤنا ہوتا ہے، کیونکہ دونوں گھرانوں نے رشتہ لینے دینے کے معاملے میں بسا اوقات ایک دوسرے سے کچھ باتیں چھپائی ہوتی ہیں یا پھر کچھ جھوٹ بولے ہوتے ہیں۔ حقیقت سامنے آنے پر منگنی کو توڑنا بڑا ہی بظاہر آسان کام لگتا ہے کہ کون سا ابھی نکاح ہوا ہے، مگر منگنی ٹوٹ جانے پر شیطان لڑکی لڑکے والوں کو جو کان پکڑ کر رنگ میں لاتا اور ناچ نچاتا ہے کہ الامان والحفیظ!!! غیبتوں، تہمتوں، الزام تراشیوں، عیب دریوں، دل آزاریوں، بدگمانیوں اور بدکلامیوں کا ایک طوفان کھڑا ہو جاتا ہے، ہر خوبی بھی عیب بن کر رہ جاتی ہے! ہر فریق اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرنے کے لئے دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جھوٹ بولتا ہے، حالانکہ برسوں سے گھر چل رہا ہوتا ہے مگر جب دو خاندانوں میں جنگ چھڑتی ہے تو فریقِ مقابل کو بدعقیدہ تک کہہ دیا جاتا ہے! بلکہ معاشرے میں کئی لڑکیوں کو منگنی ٹوٹنے کے نام پر نہ کئے ہوئے گناہ کی سزا دی جاتی ہے اور بلا ثبوت اور بداخلاقی پر مشتمل جملے کسے جاتے ہیں کہ اس میں کوئی برائی و خامی ہو گی جس کی وجہ سے منگنی ٹوٹی ہے۔ نیز منگنی ٹوٹ جائے تو منگنی کی تقریب کے موقع پر بنائی ہوئی تصاویر کی وجہ سے بھی بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اس موقع پر اتنا فساد کیا جاتا ہے کہ اللہ پاک کی پناہ!

بعض علاقوں میں منگنی کے رائج طریقے و رسمیں: ☆بعض علاقوں میں منگنی کے موقع پر نکاح کے تمام معاملات سرانجام دیئے جاتے ہیں یعنی لڑکی لڑکے کی طرف سے گواہوں کی موجودگی میں وکیل یا ولی ایجاب و قبول کرتے ہیں، خطبہ بھی ہوتا ہے اور حق مہر بھی طے کیا جاتا ہے۔ ☆بعض علاقوں میں منگنی کے موقع پر خالوط نامی رسم کا اہتمام ہوتا ہے، یعنی منگنی کی رسم میں شریک لوگوں میں پیسے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ یہ پیسے کبھی تو لڑکی لڑکے دونوں کے گھر والوں سے وصول کئے جاتے ہیں، جبکہ وہ دونوں گھرانے مالدار ہوں اور کبھی صرف لڑکے یا لڑکی والوں سے لے لئے جاتے ہیں اور اگر لڑکی والے غریب ہوں تو لڑکی کے مہر سے یہ رقم لی جاتی ہے۔ چنانچہ اس رسم میں اگر کسی کو پیسے دینے پر مجبور کیا جاتا ہو نہ ماحول سے مجبور ہونا پڑتا ہو اور سب لوگ اپنی رضامندی سے رقم دیں تو کوئی حرج نہیں، ورنہ جائز نہیں، کیونکہ دوسرے کا مال اس کی رضا کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں۔ چاہے وہ مہر کی رقم ہی ہو، اس لئے کہ مہر لڑکی کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں سے رقم کی کٹوتی کے لئے بھی لڑکی کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے۔

☆بعض علاقوں میں لڑکے کو منگنی کے بعد لڑکی والوں کے گھر رہ کر یہ یقین دلانا ہوتا ہے کہ وہ ان کی لڑکی کے قابل ہے اور اگر لڑکی والوں کو لڑکے کے خلوص کا یقین ہو جائے تو وہ شادی کے لیے ہاں کر دیتے ہیں۔ البتہ! لڑکا اور لڑکی ایک گھر میں رہنے کے باوجود ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں نہ انہیں بات چیت کی اجازت ہوتی ہے۔

☆بعض پشتون علاقوں میں نسبت طے ہو جانے کے بعد ایک ہفتے کے اندر اندر ایک تقریب رکھی جاتی ہے جس کو پشتو زبان میں گڑھ ماتے کہا جاتا ہے، جس میں لڑکے والے چند افراد کو لے کر لڑکی والوں کے ہاں جاتے ہیں، مٹھائی تقسیم ہوتی اور بعض اوقات دعوت کا انتظام کیا جاتا ہے اور آخر میں تلاوت و دعا کرکے محفل ختم کر دی جاتی ہے۔ ☆پشتون قبائل اس موقع پر جن رسومات کا خاص طور سے خیال رکھتے ہیں، ان میں سے ایک دسمال نامی رومال بھی ہے، کیونکہ اس کے ذریعے لڑکے والوں کو یہ پیغام ملتا ہے کہ لڑکی والوں کو ان کا رشتہ منظور ہے۔ منگنی کی رسم کے لیے رومال لازمی حصہ ہے، جس کے بغیر رشتے کی رضامندی نہیں ہو سکتی ہے اور یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ چنانچہ جب کسی پشتون نوجوان کی شادی کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو مرکہ نامی ایک وفد لڑکی والوں کے گھر پیغامِ رشتہ لے کر جاتا ہے اور جب لڑکی والے خبر دیتے ہیں کہ انہیں یہ رشتہ منظور ہے تو سب سے پہلے انہیں ایک چھوٹا رومال دیا جاتا ہے جسے دوکڑے کا رومال بھی کہتے ہیں۔ یہ رومال ہرا، سفید اور لال تین رنگ والا ہوتا ہے۔ ہرے رنگ سے مراد ہے کہ جوڑے کی زندگی خوشحالی سے گزرے، لال رنگ کا مطلب ہے کہ ان میں محبت قائم رہے اور سفید رنگ امن کا پیغام ہے کہ دونوں خاندان امن سے رہیں۔ دوکڑا کے بعد دوسرا مرحلہ منگنی کا ہوتا ہے جسے کوزدہ یا کوزدن کہا جاتا ہے۔ اس میں بڑا رومال دیا جاتا ہے جسے گھر میں باقاعدہ نمائش کے لیے رکھا جاتا ہے اور لوگ اپنی حیثیت کے مطابق اس پر پھول، ٹافیاں اور پیسے نچھاور کرتے ہیں۔ یہ رسم تقریباً پشتون قوم کے تمام قبیلوں میں تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ موجود ہے۔ اس رسم کی خاص بات یہ ہے کہ جس نوجوان کی منگنی ہوتی ہے وہ اس ساری تقریب میں موجود نہیں ہوتا بلکہ اس کے بھائی، والد اور خاندان کے دیگر لوگ شامل ہوتے ہیں۔

☆منگنی کے موقع پر انگوٹھی پہنانے کی جگہ اب ایک نیا اور حیران کن رواج چل نکلا ہے کہ نوجوان جوڑے ایک دوسرے کو انگوٹھیاں پہنانے کے بجائے اپنی انگوٹھی والی انگلیوں پر ایک جیسے انگوٹھی کی شکل کے ٹیٹو بنوانے لگے ہیں اور بعض جوڑے ایسے بھی ہیں جنہوں نے انگلیوں پر ٹیٹو کی شکل میں ایک دوسرے کے نام کا پہلا حرف بنوا رکھا ہے۔ اللہ پاک ہمیں منگنی کے موقع پر ہر طرح کی غیر شرعی رسموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

❶ فتاویٰ رضویہ، 18/351 ❷ درمختار، 5/225 ❸ مسلم، ص626، حدیث: 3812 ❹ مراۃ المناجیح، 5/33

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
سمن آباد لاہور

عیب پوشی

اعلیٰ ایمانی اوصاف میں سے ایک نہایت عمدہ وصف عیب پوشی یعنی دوسروں کے عیبوں کو چھپانا بھی ہے۔ یہ آپس کے تعلقات کی مضبوطی، اچھے ماحول اور آپس کی محبتوں کی مضبوطی کا سبب بننے، معاشرے میں امن وسکون پیدا کرنے اور جنت میں لے جانے والی ایک ایسی پیاری عادت ہے جو نہ صرف اللہ پاک کو پسند ہے بلکہ اللہ پاک کی صفت بھی ہے، جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: اللہ حیا فرمانے والا اور عیب چھپانے والا ہے اور ان کاموں کو پسند فرماتا ہے۔[1]

دینِ اسلام نے جہاں دوسروں کے عیبوں کی ٹوہ میں پڑنے سے منع فرمایا ہے وہیں اگر بغیر کوشش کسی کا عیب ہم پر ظاہر ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ کسی مسلمان کے عیب چھپانے پر آخرت میں بہترین اجر و ثواب کی خوشخبری سناتے ہوئے نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرے گا اللہ پاک قیامت کے روز اس کی عیب پوشی فرمائے گا۔[2]

اسی طرح ایک روایت میں کسی کی عیب پوشی کرنے کا انعام کچھ یوں بیان فرمایا: جو اپنے بھائی کی کوئی بُرائی دیکھ کر اُس کی پردہ پوشی کر دے تو وہ جنّت میں داخِل کر دیا جائے گا۔[3]

سبحان اللہ! کتنا سستا سودا ہے! ایک مسلمان کی عزت بارگاہِ الٰہی میں اس قدر اہم ہے کہ اس کی حفاظت کرنے والے کو اللہ پاک جنت جیسی اعلیٰ نعمت کا حق دار کر دیتا ہے۔ حالانکہ کسی کے عیبوں کی پردہ پوشی کرنا کوئی مشکل کام بھی نہیں، مگر کریم رب اپنی شانِ کریمی سے اپنے بندے کو اتنی بات پر ہی جنت عطا فرما دیتا ہے کہ وہ اس کے کسی بندے کا عیب جان کر اپنی زبان کو وہ عیب بیان کرنے سے روک دے اور ایسا بن جائے گویا کہ اس نے کچھ دیکھا یا سنا ہی نہیں۔ جیسا کہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت ابو علی دَقّاق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک عورت آپ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئی تو اتفاق سے اس کی ریح نکل گئی، اس پر وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ مگر حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرمندگی دور کرنے کے لیے فرمایا: ذرا اونچا بولو! یعنی اس کے سامنے یوں ظاہر کیا کہ گویا آپ اونچا سنتے ہیں۔ یہ جان کر وہ عورت خوش ہو گئی کہ انہوں نے اس کی ریح نکلنے کی آواز نہیں سنی ہو گی۔ اس وجہ سے آپ حاتم اصم کے نام سے مشہور ہو گئے۔[4]

یاد رہے! کسی مسلمان کی عیب پوشی کرنا بظاہر ایک معمولی اور آسان کام ہے مگر یہ بہت سی بھلائیوں اور اجر و ثواب پر مشتمل ہے، بلکہ ایک حدیثِ مبارک میں اس کی عظمت کا احساس دلاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص ایسی چیز دیکھے جس کو چھپانا چاہیے اور اس نے چھپا دیا تو وہ ایسا ہے جیسے مَوْءُوْدَۃ (یعنی زمین میں زندہ دبا دی جانے والی بچی) کو زندہ کیا۔[5]

لوگوں کے عیب چھپانے کے فضائل اس قدر زیادہ ہیں کہ ہمارے بزرگ اگر کبھی چاہتے ہوئے بھی کسی کے عیب سے آگاہ ہو جاتے تو کسی سے بیان نہ کرتے، بلکہ کروڑوں حنفیوں کے لیڈر حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ لوگوں کے گناہ جو وضو کرتے ہوئے ان کے اعضا سے جھڑتے تھے، دیکھ لیتے تھے، چنانچہ آپ نے اللہ پاک کی

بارگاہ میں دعا کی کہ لوگوں کے عیوب مجھ پر ظاہر ہونا بند ہو جائیں، لہٰذا آپ کی دعا قبول ہوئی اور گناہ جھڑتے نظر آنا بند ہو گئے۔[6]

عیب چھپانا کیوں ضروری ہے؟ عیب چھپانے میں مسلمان کی عزت کا تحفظ ہے اور ایک مسلمان کی عزت و حرمت شریعتِ مطہرہ کو ہر چیز سے زیادہ پیاری ہے، یہاں تک کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خانہ کعبہ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: بے شک اللہ پاک نے تجھے شَرَف و عظمت سے نوازا ہے مگر بندۂ مومن عظمت میں تجھ سے بڑھ کر ہے۔[7] جبکہ بلا اجازتِ شرعی کسی کا عیب بیان کرنے سے نہ صرف مسلمان کا دل دکھانے کا گناہ ہاتھ آئے گا بلکہ غیبت و تہمت میں جاپڑنے کا بھی بہت خطرہ ہے، انہی وجوہات کے پیشِ نظر شریعت نے عیب چھپانے کو انتہائی ضروری قرار دیا ہے۔

عیب ظاہر کرنا کب جائز ہے؟ عمومی طور پر تو عیب چھپانے کا ہی حکم ہے مگر بعض صورتوں میں عیب ظاہر کرنا جائز بلکہ کبھی ضروری ہوتا ہے، مثلاً

- کسی کی عادت ہو کہ وہ لوگوں کی رقمیں دھوکے سے ہڑپ کر جائے یا قَرْض لے کر واپس نہ کرے تو جن جن کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو انہیں اس کے بارے میں بتادینے میں کوئی حرج نہیں۔
- گواہی دینے کے لیے بلایا جائے اور معاملہ کسی مومن کا حق مارنے کا ہو تو اب گواہ کو چاہیے کہ عیب بیان کرے۔
- اگر کسی مومن کو تکلیف دینے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہو تو اس پر تعلق رکھنے والے بندے کو بتادینا چاہیے تاکہ وہ نقصان سے بچ جائے۔
- کوئی رشتہ کی تلاش میں ہو اور وہ اس کے متعلق معلوم کر رہی ہو تو اب یہاں بھی عیب بیان کر دینا چاہیے مگر ان تمام صورتوں میں نیت دوسروں کو تکلیف سے بچانے کی ہو کسی کو ذلیل کرنا مقصود نہ ہو۔

عیب چھپانے کا ذہن کیسے بنے؟ عیب چھپانے کا ذہن بنانے کے لیے ان چند باتوں کا خیال رکھئے:

☆عیب پوشی کے فوائد پر غور کیجیے کہ عیب پوشی کی وجہ سے سامنے والی کے دل میں قدر بڑھتی ہے اور بسا اوقات وہ حقیقی طور پر اپنے گناہ پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتی ہے جبکہ اس کے عیب ظاہر کرنے کی صورت میں وہ مزید بے باک ہو سکتی ہے اور پہلے اگر چھپ کر گناہ کرتی تھی تو اب کھلم کھلا گناہ کرنے لگ جائے گی۔ ☆حدیثِ پاک میں ہے: مومن اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔[8] چنانچہ عیب ظاہر کرنے والی یہ سوچے کہ کیا میں اپنے لیے یہ پسند کرتی ہوں کہ میرا کوئی عیب دوسری کو پتا چلے! اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جان لے کہ کسی دوسری کے عیب ظاہر کرنا بھی اس کے لئے جائز نہیں۔ ☆اپنے گناہوں اور عیبوں پر نظر رکھے کہ میرے اِن اِن عیبوں کو میرے رب نے دنیا والوں سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے اگر دوسروں کے عیب اچھالنے کے سبب میرے عیبوں سے پردہ اٹھادیا گیا چاہے دنیا میں یا قیامت کے روز تو میرا کیا ہو گا! ☆عزتِ مسلم کو پیشِ نظر رکھے کہ زندہ تو زندہ مردہ مسلمان کے بھی عیب چھپانے کا حکم ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جس نے کسی میت کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا اللہ پاک اس کے چالیس بڑے گناہ بخش دیتا ہے۔[9]

ان باتوں پر عمل کرنے کی برکت سے ان شاء اللہ عیب چھپانے اور مسلمانوں کے حقوق ادا کرنے کا ذہن بنے گا۔ اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) ابو داود، 4/56، حدیث:4012 (2) مسلم، ص1110، حدیث:6853 (3) مجمع البحرین، 2/365، حدیث:2402 (4) مستطرف، 1/247 (5) ابو داود، 4/357، حدیث:4891 (6) میزانِ کبریٰ، 1/130 (7) معجم اوسط، 4/203، حدیث:5719 (8) مسلم، ص47، حدیث:170 (9) معجم کبیر، 1/315، حدیث:929

عیب جوئی

بنتِ اکرم
ایم اے (اردو)
گلشنِ معمار کراچی

دینِ اسلام میں ایک انسان کی عزت و حرمت بہت زیادہ ہے اور اگر وہ انسان مسلمان بھی ہو تو اس کی قدر مزید بڑھ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام نے ایسے تمام کاموں سے بچنے کا حکم دیا جس سے کسی کی عزت خراب ہو۔ چنانچہ انہی کاموں میں سے ایک کام کسی کے عیب تلاش کرنا اور اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنا بھی ہے، کیونکہ اس سے جہاں ایک مسلمان کی عزت و حرمت پر حرف آتا ہے، وہیں اسے ذلت و رسوائی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اس بُرے کام سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا گیا ہے: وَلَا تَجَسَّسُوْا (پ26، الحجرات:12) ترجمہ کنز الایمان: اور عیب نہ ڈھونڈو۔ یعنی مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور ان کے پوشیدہ حال کی جستجو میں نہ رہو جسے اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے چھپایا ہوا ہے۔[1] علامہ ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ایک دوسرے کے عیب تلاش کرو نہ ایسے راز ڈھونڈو جن کے ذریعے عیب ظاہر ہو جائیں، بلکہ لوگوں کے ظاہری بات و عمل کا ہی اعتبار کرو۔[2]

یاد رہے! کسی کی عزت اچھالنا اور عیبوں کی تلاش میں رہنا در حقیقت اپنی ہی ذلت و رسوائی کا باعث ہے، کیونکہ ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ جو زبان سے تو ایمان لائے مگر ایمان ابھی تک ان کے دلوں میں داخل نہ ہوا تھا: مسلمانوں کی چھپی ہوئی باتوں کی تلاش نہ کرو، اس لیے کہ جو اپنے مسلمان بھائی (یا بہن) کی چھپی ہوئی چیز کو تلاش کرے گا اللہ پاک اس کی چھپی ہوئی چیز کی ٹٹول کرے گا یعنی اسے ظاہر کر دے گا اور جس کی اللہ پاک ٹٹول کرے گا یعنی عیب ظاہر کرے گا اس کو ذلیل کر دے گا اگرچہ وہ اپنے مکان کے اندر ہو۔[3]

عیب تلاش کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ ان کی اس حرکت کی بنا پر کہیں اللہ پاک ان کے چھپے ہوئے عیوب ظاہر نہ فرما دے کہ جس سے انہیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ تو دنیا کی رسوائی ہے، لوگوں کی عیب جوئی کرنے والوں کے لیے آخرت کی سزا کس قدر ذلت والی ہوگی اس کا اندازہ اس حدیثِ پاک سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: پاکباز لوگوں کے عیب تلاش کرنے والوں کو اللہ پاک قیامت کے دن کتوں کی شکل میں اٹھائے گا۔[4] نیز معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کچھ عورتوں اور مردوں کو پستانوں کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھ کر جب جبرئیلِ امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو لوگوں کے سامنے بہت عیب نکالتے اور طعنے دیا کرتے تھے۔[5]

ایک حدیثِ مبارک میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مسلمانوں کی عزت اور ان کے حقوق سے متعلق خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: گمان سے بچو! گمان بڑی جھوٹی بات ہے۔ مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو! ان کے ساتھ لالچ و حسد، دشمنی و بے وفائی نہ کرو![6] اللہ پاک کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اس کو ذلیل نہ کرے، اس کی تحقیر نہ کرے۔ تقویٰ یہاں ہے۔

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضمون 44ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیا جارہا ہے)

تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔(اور یہاں کے لفظ سے اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ فرمایا) آدمی کے لئے یہ بُرائی بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اور اس کی عزت بھی۔ اللہ پاک تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔[7]

مسلمانوں کے عیوب تلاش کرنے والیوں کو خدائے قہار و جبار کے غضب سے ڈرتے ہوئے اس بُرے کام سے بچنا چاہیے۔ مگر افسوس! فی زمانہ عیب جوئی کا مرض ایک وائرس کی طرح معاشرے میں سرایت کرتا جارہا ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ ہر کوئی دوسروں کے عیوب دیکھنے کے بجائے اپنی خامیاں دیکھے مگر ہمارے معاشرے کا حال کچھ یوں ہے:

ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے | اپنی خرابیوں کو پسِ پشت ڈال کر

یہی نہیں بلکہ دوسروں کے عیبوں کا ذکر کرکے شہرت حاصل کرنا آج کل تو باقاعدہ ایک کاروبار بن چکا ہے، بالخصوص سوشل میڈیا نے اس کاروبار کو بہت آسان بنا دیا ہے! یعنی پہلے مسلمانوں کے عیوب تلاش کیے جاتے ہیں، پھر فیس بک وانسٹاگرام وغیرہ پر اس کی تشہیر کرکے سستی شہرت اور مالی فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ ایسی بُری عادت والا انسان اللہ پاک کے بندوں کو اللہ پاک کے راز میں محفوظ نہیں رہنے دیتا، بلکہ وہ لوگوں کے خاص رازوں کو کریدنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے سامنے وہ معاملات ظاہر ہوجائیں جو اگر چھپے ہوتے تو اس کے دل اور دین کے لئے سلامتی کا باعث بنتے۔ ایسے لوگوں کو کسی کی عزت کی کوئی پروا ہوتی ہے نہ انہیں حقوقِ مسلم کا کوئی لحاظ ہوتا ہے، بس مال و دولت کے لالچ اور ذاتی فائدے کی خاطر لوگوں کے عیب اُچھال کر اور بسا اوقات دشمنی نکالنے یا مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹی باتیں کسی سے منسوب کرکے اس کو ذلیل کرتے اور اس کی عزت نیلام کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! کسی مسلمان کی بے عزتی اور حق مارنا ابھی اگرچہ بہت ہلکا اور آسان لگتا ہے مگر روزِ قیامت اس کی بہت سخت قیمت چکانی پڑے گی، چنانچہ حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کئی لوگ نیکیوں کی بہت دولت لیے دنیا سے مالدار رخصت ہوں گے مگر بندوں کا حق مارنے کے باعث قیامت کے دن اپنی ساری نیکیاں کھو بیٹھیں گے اور یوں غریب ہوجائیں گے۔[8] لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمان کی عیب جوئی سے بچے، ممکن حد تک عیب چھپاتا رہے اور جب کبھی عیب جوئی کا ارادہ ہو تو اپنے عیبوں پر نظر رکھے۔

رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر | نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر
پڑی اپنی بُرائیوں پر جو نظر | تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

عیب جوئی کے نقصانات: دوسروں کے عیب تلاش کرنے میں نقصان ہی نقصان ہے۔ اس بُری عادت سے بچنے کے لیے اس کے چند نقصانات ملاحظہ فرمائیے: ☆ یہ اللہ و رسول کی نافرمانی اور ان کی ناراضی کا سبب ہے۔ ☆ ایک مسلمان کا دل دکھانے اور توہین کا سبب ہے جو کہ شرعاً بہت بڑا جرم ہے۔ ☆ عیب تلاش کرنے والی دوسروں کو بدنام کرنے کے چکر میں خود ذلیل و رسوا ہوجاتی ہے۔ ☆ عیب جوئی فتنہ و فساد کا بہت بڑا سبب ہے، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم لوگوں کے عیب تلاش کرنے لگ جاؤ تو خرابی کا ذریعہ بن جاؤ گے یا فساد کے قریب پہنچ جاؤ گے۔[9] ☆ عیب جوئی کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ عیب تلاش کرنے والی لوگوں کے عیب ڈھونڈنے میں ہر وقت اپنے دماغ کو مصروف رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ بے سکون رہتی ہے۔

اللہ پاک ہمیں اپنی مسلمان بہنوں کے عیب چھپانے اور ان کی عیب جوئی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

1 خزائن العرفان، ص950 2 تفسیر طبری، 11/394 3 ابوداود، 4/354، حدیث: 4880 4 ترغیب وترہیب، 3/325، حدیث:10 5 شعب الایمان، 5/309، حدیث: 6750 6 بخاری، 4/117، حدیث:6064 7 مسلم، ص1064، حدیث:42، 6541 8 تنبیہ المغترین، ص53 9 ابوداود، 4/356، حدیث:4888

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کا سلسلہ جامعات کی معلمات، ناظمات اور تنظیمی ذمہ داران کے سولہویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 6 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
قرآن کا اندازِ تفہیم	2	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و ریاضت	4	مزارات پر ہونے والی خرافات کے خاتمے میں خواتین کا کردار	0

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: سیالکوٹ: گلبہار: اُمِّ حبیبہ مدنیہ۔ گجرانوالہ: نوشہرہ روڈ: بنتِ اعظم علی انجم، بنتِ عاشق بٹ۔ کوٹری: چمنِ عطار: بنتِ وسیم۔ بہاولپور: یزمان: بنتِ محمد افضل مدنیہ۔

قرآن کا اندازِ تفہیم

بنتِ اعظم علی انجم عطاریہ
(معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز نوشہرہ روڈ گجرانوالہ)

قرآنِ پاک اللہ پاک کی وہ عظیم کتاب ہے جس میں زندگی کے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ تعلیماتِ قرآن پر عمل کر کے ہم حقیقی کامیابی پا سکتی ہیں۔ یاد رکھئے! اس دنیا میں کوئی انسان بھی دوسروں کے کندھوں پر کھڑا ہو کر بلند نہیں ہو سکتا، کیونکہ کامیابی صرف اپنی اصلاح سے ملتی ہے اور بلندی ضرور اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر ہی مل سکتی ہے۔ کسی عقل مند نے کیا خوب کہا ہے: اس دنیا میں صرف ایک انسان ہے جو تمہیں کامیاب کر سکتا ہے اور وہ تم خود ہو۔ آیئے! حقیقی کامیابی پانے میں قرآنِ کریم ہمیں کیا سکھاتا ہے وہ بھی جاننے کی کوشش کرتی ہیں۔ چنانچہ

قرآنِ کریم میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ (پ30، الشمس: 9، 10) ترجمہ کنز العرفان: بیشک جس نے نفس کو پاک کرلیا وہ کامیاب ہو گیا اور بیشک جس نے نفس کو گناہوں میں چھپا دیا وہ ناکام ہو گیا۔

قرآنِ پاک کا اندازِ تفہیم دیکھئے! کتنے خوب صورت انداز میں یہ بات سمجھائی گئی کہ جو دنیا میں خود کو سیدھے راستے پر نہ لا سکا وہ آخرت میں بھی محروم اور نامراد ہی ہو گا۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا ۝ (پ15، بنی اسرآئیل: 72) ترجمہ کنز الایمان: اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے اور اور بھی زیادہ گمراہ۔ یعنی جس کا دل اندھا رہا، ہدایت قبول نہ کی، وہ آخرت میں نجات اور جنت کی راہ دیکھنے سے اندھا ہو گا۔ بلکہ وہاں اس کا اندھا پن زیادہ ہو گا کہ دنیا میں ہدایت کا امکان تھا آخرت میں یہ امکان بھی نہ ہو گا۔ ظاہری آنکھیں اس دن سب کی تیز ہوں گی۔[1]

اگر ہم قرآنِ پاک کی سمجھ کر تلاوت کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ قرآنِ پاک ہمیں سمجھا رہا ہے کہ نصیحت کرنے والوں کیلئے اپنی اصلاح زیادہ ضروری ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ہے: اَتَاْمُرُوْنَ

النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَ تَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ (پ1، البقرۃ:44) ترجمہ کنز الایمان: کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ پہلے Complete اپنی اصلاح کر لیں پھر دوسروں کو نیکی کی دعوت دیں گے۔ یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ قرآنِ پاک نے ہمیں دو چیزیں لازم کرنے کے بارے میں بتایا ہے۔ چنانچہ

پارہ 30 سورۃ العصر میں ارشادِ ربانی ہے:

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ ترجمہ کنز الایمان: اس زمانۂ محبوب کی قسم! بے شک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔

اللہ پاک کا مقدس کلام سمجھا رہا ہے کہ سارے آدمی نقصان میں ہیں مگر جس میں دو باتیں پائی جائیں وہ خسارے میں نہیں۔

(1) اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔

(2) وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾ اور ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

افسوس! ہم قرآنی تعلیمات کو بھلا کر ایک دوسرے کو نیکی کی تلقین کرنے کے بجائے ایک دوسرے کے عیب تلاش کرنے میں مصروف ہیں۔ نجانے دوسروں کے عیب ڈھونڈنا اور دوسروں کے گریبان میں جھانکنا ہم نے کہاں سے سیکھ لیا! قرآنِ کریم کے اَلۡحَمۡدُ کے الف سے لے کر وَ النَّاسِ کی سین تک پورا قرآنِ پاک پڑھ لیجئے کہیں بھی اللہ پاک نے ایک مرتبہ بھی دوسروں کے گریبان پکڑنے کے بارے میں نہیں فرمایا بلکہ اس عمل سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ یہ دینِ اسلام کی خاصیت ہے کہ اسلام ہمیں دوسروں کو نیکی کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کا بھی ذہن دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ (پ28، الحشر:18) ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا۔

اللہ اکبر! کتنا مشکل کام ہے اپنی غلطیاں دیکھنا! لیکن جو اپنے عیب تلاش کر کے انہیں درست کرنے میں کامیاب ہو گی وہی حقیقی کامیابی پانے میں ضرور کامیاب ہو گی۔

اللہ پاک ہمیں قرآن پڑھنے اور اس میں بیان کی گئی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی عبادت و ریاضت

بنتِ محمد افضل مدنیہ
(معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز یزمان بہاولپور)

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس جہاں کی پیدائش کا مقصد ربّ کائنات کی عبادت و بندگی کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾ (پ27، الذّٰریٰت:56)

ترجمہ کنز العرفان: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری عبادت کریں۔

اللہ پاک کا قرب حاصل کرنے کا سیدھا اور بہترین راستہ عبادت ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی عبادات بھی دیگر معاملات کی طرح بے مثل و بے مثال ہیں۔ یہاں تک کہ آپ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی عبادتِ الٰہی کے لئے غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے جہاں ذکر و فکر کے طور پر خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ

ارشادِ ربانی ہے:

قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا ۙ﴿۳﴾ (پ29، المزمل:2، 3)

ترجمہ کنز العرفان: رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا قیام کرو آدھی رات (قیام کرو) یا اس سے کچھ کم کر لو۔

ان آیاتِ مقدسہ کے تحت تفسیر صراط الجنان میں لکھا ہے: اے پیارے حبیب! رات کے تھوڑے حصے میں آرام فرمائیے اور باقی رات نماز اور عبادت کے ساتھ قیام میں

گزاریئے اور وہ باقی آدھی رات ہو یا اس سے کچھ کم کرلو یا اس پر کچھ اضافہ کرلو۔ یعنی آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ عبادت خواہ آدھی رات تک کریں یا اس سے کم یعنی تہائی رات تک کریں یا اس سے زیادہ یعنی دو تہائی رات تک کرتے رہیں۔[2]

نزولِ وحی کے بعد ہی آپ کو نماز کا طریقہ بھی بتا دیا گیا۔ پھر معراج کی رات میں 5 نمازیں فرض ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پانچ نمازوں کے علاوہ نمازِ اشراق، چاشت، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، صلوٰۃ الاوابین وغیرہ سنّتیں و نوافل بھی ادا فرماتے تھے۔ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ تمام عمر نمازِ تہجد کے پابند رہے۔ نمازوں کے ساتھ ساتھ کبھی کھڑے ہو کر کبھی بیٹھ کر، کبھی سجدوں میں روتے اور عاجزی کے ساتھ دعائیں بھی مانگا کرتے۔ حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کے ساتھ رمضان میں قرآن شریف کا دور بھی فرماتے۔ مختلف دعاؤں کا ورد بھی فرمایا کرتے اور کبھی ساری ساری رات عبادات فرمانے کے سبب پاؤں مبارک سوج جاتے۔[3]

ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم عبادات میں بھی ہمارے لئے راہ نُما ہیں۔ آپ عبادت کرتے ہوئے عابد بھی اور مبلغ بھی تھے کہ آپ کی عبادات کی برکت سے ہی تو اُمت نے عبادات کا طریقہ سیکھا۔ لہٰذا سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو عبادت کرنے کا بھی ثواب ملتا اور عبادت سکھانے کا بھی۔ ہمیں چاہئے کہ ہم سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اپنی عبادات کا جائزہ لیں۔ فرائض و واجبات کی پابندی کا ذہن بنائیں، اس کے ساتھ ساتھ قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے سنتوں اور نوافل پر بھی توجہ دیں۔ اللہ پاک ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النّبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر نور العرفان، ص461 2 تفسیر صراط الجنان، 10/410 3 سیرتِ مصطفےٰ، ص595،596

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 44ویں تحریری مقابلے کے مضامین شامل ہیں۔ چنانچہ اس ماہ کل مضامین 66 تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
صفاتِ داود	28	دوستوں کے حقوق	21	عیب جوئی کی مذمت	17

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: اسلام آباد: آئی ٹین: بنت عبد الرزاق۔ بورے والہ: بنت عبد الرحمٰن مدنیہ۔ فیصل آباد: بنت طیب رسول۔ جھمرہ سٹی: بنت محمد امین، بنت محمد شریف۔ چنیوٹ: بنت حبیب اللہ۔ حیدر آباد: بنت اقدس علی۔ حیدر آباد: بنت جاوید۔ رحیم یار خان: بنت رمضان۔ سیالکوٹ: بنت الیاس۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین، بنت یوسف قمر۔ تلواڑہ مغلاں: بنت جمشید، بنت یاسین۔ ستراہ: بنت محمد اعجاز۔ گلبہار: اخت سلطان، ام حبیبہ مدنیہ، بنت اصغر علی، بنت امیر حیدر، بنت جمیل، بنت ذوالفقار، بنت رمضان، بنت سجاد حسین، بنت شاہد، بنت شبیر احمد، بنت طارق محمود (درجہ خامسہ)، بنت طارق محمود (دورۃ الحدیث)، بنت ظہور الٰہی، بنت غلام حیدر، بنت لطیف، بنت محمد اشفاق قادری، بنت محمد رشید، بنت محمد منیر، بنت منور حسین، بنت ناصر۔ نند پور: بنت عبد الستار۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ راولپنڈی: صدر: بنت ریاض عطاری، بنت محمد شفیق، بنت مدثر۔ گوجر خان: بنت راجہ واجد حسین۔ عارف والہ: صدیق ٹاؤن: بنت عبد الرزاق۔ کراچی: ام فیضان۔ دھوراجی: بنت شہزاد احمد، بنت فاروق، بنت الیاس، بنت عدنان۔ گلشنِ معمار: بنت اکرم۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت پرویز اقبال، بنت فیاض احمد۔ ملتان: بنت راؤ تصور علی۔ منظور آباد: بنت سلامت علی۔ منڈی واربرٹن: بنت رشید۔ میرپور خاص: العطار ٹاؤن: بنت منظور احمد۔ گجرانوالہ: نوشہرہ روڈ: بنت اعظم علی انجم۔

صفاتِ داود

بنتِ حبیب اللہ عطاریہ
(حیدر آباد)

اللہ پاک نے انسانوں کو اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ اللہ پاک کی عبادت کریں اور اس کے احکام پر عمل کریں۔ اللہ پاک نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجا تاکہ یہ اللہ پاک کے ایک ہونے اور اس کو پہچاننے کا درس دیں، نیز ہمیں ایمان کو مکمل کرنے والی چیزوں اور عبادات کے طریقوں کی تعلیم دیں۔

اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں چند انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے، ان میں سے 4 وہ مشہور انبیائے کرام علیہم السلام ہیں جن پر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، انہی میں سے ایک حضرت داود علیہ السلام بھی ہیں جن پر اللہ پاک نے زبور شریف نازل فرمائی۔ آپ بہت نیک سیرت اور بہترین خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ کو نبوت اور بادشاہت سے نوازا گیا تھا۔ آپ بہت عاجزی کرنے والے تھے۔ الغرض آپ کی بہت سی صفات قرآن مجید میں ذکر کی گئی ہیں۔ آئیے! ہم بھی ان صفات کے بارے میں پڑھتی ہیں:

(1) پرندوں اور پہاڑوں پر حکومت

حضرت داود علیہ السلام کی حکومت کا عالَم ایسا تھا کہ صرف انسانوں پر ہی نہیں بلکہ پرندوں اور پہاڑوں پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ جب آپ اللہ پاک کی تسبیح کرتے تو پتھر اور پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَؕ (پ17، الانبیاء:79)

ترجمہ کنز العرفان: اور داؤد کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو تابع بنادیا کہ وہ پہاڑ اور پرندے تسبیح کرتے۔

(2) بہت علم والے

اللہ پاک نے آپ کو حکومت، اجتہاد اور احکام کے طریقوں وغیرہ کا علم عطا فرمایا تھا۔[1] چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًاۚ (پ19، النمل:15) ترجمہ کنزالعرفان: اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو بڑا علم عطا فرمایا۔

(3) فضلِ الٰہی والے

اللہ پاک نے آپ کو اپنا فضل عطا فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًاؕ (پ22، سبا:10) ترجمہ کنز العرفان: اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل دیا۔

آیت کے اس حصے میں بڑے فضل سے مراد نبوت اور کتاب ہے اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد ملک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے آواز کی خوبصورتی وغیرہ وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو آپ علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمائی گئیں۔[2]

(4) آپ کے ہاتھ پر لوہا نرم ہوجاتا تھا

اللہ پاک نے آپ کو ایک صفت یہ بھی عطا فرمائی تھی کہ جب بھی لوہا آپ کے ہاتھ میں آتا تو نرم ہوجاتا اور لوہا نرم ہونے سے مراد یہ ہے کہ موم یا گندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہوجاتا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَۙ (پ22، سبا:10) ترجمہ کنز العرفان: اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کردیا۔

(5) زمین میں اللہ پاک کے نائب

اللہ پاک نے آپ کو زمین میں اپنا نائب بنایا اور مخلوق کے انتظامات آپ کے حوالے کیے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ (پ23، ص:26) ترجمہ کنز العرفان: اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں (اپنا) نائب کیا۔

اللہ پاک ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے صدقے ہمارے ایمان کو تازگی عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

دوستوں کے حقوق

بنتِ مدثر عطاریہ

(درجہ: رابعہ، جامعۃ المدینہ گرلز، صدر راولپنڈی)

معاشرتی حیوان ہونے کے ناطے انسان زندگی گزارنے کے لئے دوسروں کے سہارے کا محتاج ہے۔ چاہے اپنی جسمانی ضروریات کو پورا کرنا ہو یا روحانی ضروریات کو۔ آپس کے میل جول کے نتیجے میں عموماً کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو انسان اپنا دوست بناتا ہے، ان کے ساتھ محبت کا اظہار کرنے لگتا ہے اور اپنے جذبات واحساسات ان سے شئیر کرتا ہے۔

دوستی اگر اللہ پاک کے لئے ہو تو ایسے خوش نصیب کو سایۂ عرش نصیب ہو گا۔[3] ☆رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والوں کو جنتی بالاخانوں کی خوش خبری دی گئی۔[4]

دینِ اسلام نے دوستوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں، ان میں سے 5 یہ ہیں:

(1) دوست کی حاجات کو پورا کرنا

اگر دوست کو کوئی حاجت درپیش ہو تو اسے پورا کرے۔ اگر مال ایثار کرنا پڑے تو کر دے۔ حاجت پوری کرنے میں علمی حاجات بھی شامل ہیں کہ کوئی علمی مسئلہ بالضرورت در پیش ہو تو اس کی راہ نمائی کرے۔

اللہ پاک ایثار کرنے والوں کے متعلق فرماتا ہے:

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۟ؕ (پ28، الحشر:9)

ترجمہ کنزالعرفان: اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو۔

(2) وفادار رہے

دوست چاہے اس کے پاس ہو یا نہیں اس کے ساتھ وفادار رہے۔ اس کے راز کسی پر ظاہر نہ کرے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کی غیبت نہ کرے۔ اگر کوئی اس کے بارے میں بُرائی کرے تو نہ سنے۔ اگر ان باتوں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو عموماً دوستی کی عمارت کی بنیادیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے: آپس کے فساد سے بچو کیونکہ یہ مونڈنے والی چیز ہے۔[5]

(3) شفقت و محبت

دوست کے ساتھ زبان سے بھی شفقت و محبت کا اظہار کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے دوستی رکھتا ہو تو اس کو اس سے آگاہ کر دے۔[6] تاکہ اس کے دل میں بھی محبت پیدا ہو۔

(4) دعائے خیر کرے

اپنے دوست کے لئے زندگی میں اور بعدِ وفات بھی دعا کرتا رہے۔ نیز اس کے بچوں وغیرہ کے لئے بھی دعا کرتا رہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دعا پر کہتا ہے: خدا تجھے بھی ایسا ہی عطا کرے۔[7]

(5) معاف کرنا اختیار کرے

اگر دوست سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دے۔ حدیثِ پاک میں ہے: جو اپنے بھائی سے معذرت کرے وہ اس کی معذرت قبول نہ کرے تو اس پر ٹیکس والے کا سا گناہ ہو گا۔[8]

چھوٹی چھوٹی باتوں کو اختلاف کی بنیاد بنانے والوں کی دوستی زیادہ دیر نہیں چلتی بلکہ ان کی زندگی بے سکونی کی نذر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کبھی خود سے غلطی ہو جائے تو الٹے سیدھے دلائل دے کر خود کو درست ثابت کرنے کے بجائے معافی مانگ لیجئے۔

اللہ کریم ہمیں عقل مند اور نیک دوست عطا فرمائے اور دوستی کے حقوق نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر خازن، 3/284 2 تفسیر خازن، 3/517 3 مسلم، ص1065، حدیث: 6548 4 مسند بزار، 15/282، حدیث: 8776 5 ترمذی، 4/228، حدیث: 2516 6 ترمذی، 4/176، حدیث: 2399 7 مسلم، ص1121، حدیث: 6927 8 ابن ماجہ، 4/211، حدیث: 3719

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے اگست 2023 کے دینی کاموں کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے:

دینی کام		اوورسیز کارکردگی	پاکستان کارکردگی	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے منسلک ہونے والی اسلامی بہنیں		293634	1008982	1302616
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		30593	91672	122265
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4515	7619	12134
	پڑھنے والیاں	32410	86881	119291
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	4367	10301	14668
	شرکائے اجتماع	126389	358033	484422
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		31829	126489	158318
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		11419	29578	40997
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		133276	652731	786007
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		36551	80743	117294
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	318	553	871
	شرکائے مدنی کورسز	7124	11856	18980

تحریری مقابلہ "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے عنوانات (برائے جنوری 2024)

1. ذکرِ حضرت آدم سے 5 نصیحتیں قرآنِ کریم کی روشنی میں مع وضاحت
2. استغفار کے فضائل و فوائد حدیث کی روشنی میں
3. شوہر کے 5 حقوق احادیث کی روشنی میں مع وضاحت

معلمات، ناظمات اور ذمہ دار اسلامی بہنوں کا تحریری مقابلہ (برائے جنوری 2024)

1. اللہ پاک کی خفیہ تدبیر
2. جو بھی مانگو حضور دیتے ہیں
3. حسد کے خاتمے میں خواتین کا کردار

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ: 20 اکتوبر 2023ء

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

شعبہ کفن دفن (برائے خواتین)

الحمد للہ دعوتِ اسلامی نے نیکی کی دعوت اور خیر خواہیِ اُمّت کے جذبہ کے تحت 80 شعبہ جات قائم کیے ہیں، انہی میں سے ایک "شعبہ کفن دفن (برائے خواتین)" بھی ہے۔ دعوتِ اسلامی کے "شعبہ کفن دفن" کا بنیادی مقصد مسلم خواتین کی میّتوں کو شریعت وسنت کے مطابق غسل وکفن اور مرحومات کے گھر کی خواتین کو نیکی کی دعوت دینا ہے۔ نیز کفن دفن کے حوالے سے غیر شرعی معاملات اور خلافِ سنت رائج باتوں کو ختم کرنا اور عاشقاتِ رسول کو شریعت وسنت کے مطابق کفن دفن کا طریقہ سکھانا بھی اسی شعبے کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

پاکستان اور بیرونِ ملک میں اس شعبے کا کام:

شعبہ کفن دفن (برائے خواتین) کا کام پاکستان کے تقریباً ہر شہر میں اور بیرونِ ملک ہند کے شہروں کلکتہ، بمبئی، اجمیر، دہلی، احمد آباد، مراد آباد، ناگ پور وغیرہ کو ملا کر تقریباً 100 سے زائد شہروں میں ہے۔

اس کے علاوہ نیپال، بنگلہ دیش، انگلینڈ، یوکے، اٹلی، اسپین، فرانس، بیلجیئم، ناروے، آسٹریلیا، ساؤتھ افریقہ، لیسوتھو، کینیا، موریشس، تنزانیہ، کوریا میں بھی خواتین میت کے کفن دفن کے معاملات کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کی خواتین کو کفن دفن کا طریقہ بھی سکھایا جاتا ہے۔

پاکستان میں خواتین کے کفن دفن کے جون 2023 کی کارکردگی کے مطابق تقریباً "1323" اجتماعات ہوئے ہیں جن میں تقریباً "17526" خواتین نے کفن دفن کی تربیت حاصل کی جبکہ بیرونِ ملک میں جون 2023 کی کارکردگی کے مطابق تقریباً "66" کفن دفن اجتماعات ہوئے ہیں جن میں تقریباً "821" خواتین نے تربیت حاصل کی۔

اس کے علاوہ پاکستان سے "22" اور بیرونِ ملک سے "10" مفتشات کفن دفن کے ٹیسٹ لے رہی ہیں۔

اس کے علاوہ خواتین کو شعبہ شارٹ کورسز کے تحت "پانچ دن کا کفن دفن کورس" اور فیضان آن لائن اکیڈمی کے تحت "30 دن کا کورس" بھی کروایا جاتا ہے۔

الحمد للہ اس شعبے کی برکت سے ملک وبیرونِ ملک کئی خواتین درست طریقے کے مطابق کفن دفن کا طریقہ سیکھنے کی سعادت حاصل کر چکی ہیں اور مزید کام جاری ہے۔ اس شعبے کی برکت سے کئی خواتین دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہو چکی ہیں۔

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144
Email: mahnamakhawateen@dawateislami.net / ilmia@dawateislami.net
Web: www.dawateislami.net WhatsApp: 0348-6422931